کیا انسان بندر تھا؟

فیضِ ملّت، مفسرِ اعظم پاکستان، خلیفۂ مفتیٔ اعظم ہند

مصنف
حضرت علامہ مفتی ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی قدس سرہٗ



تحریک اتحادِ اہلسنّت (پاکستان)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

امابعد! دورِ حاضرہ میں سائنس کی ترقی نے حیران کن کرشمے دکھائے ہیں جسے ہر انسان مشاہدہ کر کے تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا لیکن حیرت یہ ہے کہ بعض چوٹی کے سائنسدانوں کے بعض نظریات اتنے گھرے ہوئے ہیں جنہیں تسلیم کرنا حماقت کے سوا کچھ نہیں۔ اِن میں ایک نظریہ ڈارون صاحب کا ہے جو کہتا ہے کہ انسان بندر کی ترقی یافتہ شکل ہے، گویا یہ انسان ہزاروں کے طول طویل عرصہ میں بندر مختلف ارتقائی مراحل ومنازل سے گزرتا ہوا انسان کے روپ میں ڈھل گیا اوراس طرح ہم سب بندر کی اولاد ہیں۔(معاذ اللہ)

اس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس غلط اور نہایت ہی گرے ہوئے نظریئے کو بڑے بڑے دانشور کہلانے والے نہ صرف صحیح مانتے ہیں بلکہ اس پر زوردار دلائل قائم کرتے ہیں۔ بھولا بھالا مسلمان ایسے دانشوروں کی دانشوری کے دوسرے کارنامے دیکھ کر سمجھتا ہے کہ ممکن ہے انسان بندر کی اولاد ہو کیونکہ یہ وہ دانشور کہہ رہے ہیں جنہوں نے زمین وآسمان کے قلابے ملا کر رکھ دیئے اور آنکھوں دیکھے حال ہیں کہ یہ لوگ ہتھیلیوں پر جو جما رہے ہیں تو یہ انسان بندر کی اولاد ثابت کرنے میں حق بجانب ہوں تو فقیر اُویسی غفرلہٗ اہلِ اسلام سے خصوصاً بندر کی اولاد بننے کے شائقین کو عموماً عرض کرتا ہے کہ ڈارون کا یہ نظریہ سراسر غلط امور پر مبنی ہے اور نہ صرف قرآنی تصریحات، احادیثِ مبارکہ کے ارشادات بلکہ دیومالاون اور آسمانی کتب کی روشنی میں بھی بلکہ ڈارون کے ہمنوا بلکہ بڑھ کر سائنسدان اوردانشوروں کے نظریات سے بھی

غلط ہے۔

لوہالوہے کو کاٹتا ہے ﴾ قبل اِس کے کہ فقیر اُویسی غفرلہٗ قرآنِ مجید کی آیات واحادیث مبارکہ کی تصریحات عرض کرے ، ڈارون کی برادری (سائنسدانوں) کے اقوال پیش کرتا ہے اس لئے کہ ہمارے بعض بے وقوف ایسے بھی ہیں جوزبان سے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا قرآنِ مجید اوراحادیث مبارکہ پر ایمان ہے لیکن ان کے دل پر مغربیت کا غلبہ ہے اسی لئے وہ بجائے قرآنِ مجیدواحادیثِ مبارکہ کے ارشادات کے سائنسدانوں کے اقوال سے زیادہ اطمینان وتسلی پاتے ہیں۔

رابرٹ گریوزاپنی کتاب"The Greek Myths"میں لکھتا ہے:

But the first man was Pelasgus, ancestor of the Pelasgians; he sprang from the soil of Arcadia[1]

ترجمہ: لیکن پہلا آدمی پلاسجین (یاپلاسگس تھا) جو پلاسجین نسل کا جدامجد تھا وہ آرکیڈ کی مٹی سے پیدا ہوا تھا۔ (یہودی النسل خودکو پلاسجین نسل کاوارث سمجھتے ہیں)

فائدہ ﴾ رابرٹ گریوز کی صریح اور صاف عبارت سے وہی ثابت ہوا جو ہم مسلمان کہتے ہیں انسان کا مادہ (ڈھانچہ) مٹی کا ہے اوراس میں روح منجانب اللہ نصیب ہوئی تواشرف المخلوقات کا لقب پایا بلکہ خود اسے اللہ تعالیٰ نے احسن تقویم سے نواز کر ''وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ اٰدَمَ ''[2] کا تاج پہنایا۔افسوس ہے ڈارون کے عُشاق پر جنہیں

1. The Greek Myths,The Pelasgian Creation Myth, Page 19

2: بنی اسراء یل:۷۰/۱۷

احسن تقویم جیسی اعلیٰ اور حَسین قبا ناپسند ہے اور بندر جیسی گندی پوستیں گلے لگانے کو فخر محسوس کرر ہے ہیں۔

یونانی دانشور ❁ دانشورانِ یونان وہی کہتے ہیں جو ہم مسلمان کہتے ہیں چنانچہ ان کی کتابوں میں تصریحات موجود ہیں کہ:

''یونانی حکماء کے نزدیک انسان زمین کی پیداوار ہے اور اس کا بہترین پھل ہے، خاص طور پر اٹیکا کی مٹی کا اور ان کے مطابق الکولیمنس دنیا کا پہلا انسان تھا لیکن چند دوسرے یونانی حکماء کے خیال میں ایاپٹس کے بیٹے پرامیتھیس دیوتا نے مٹی اور پانی سے انسان بنایا اور ایتھن دیوی نے اس میں روح پھونکی''[3]

قدیم لیدا والوں کی دیومالا کے مطابق گاراماز پہلا آدمی تھا اور تالیموو ک دیومالا کے مطابق بڑے فرشتے مائیکل نے جواہ دیوتا، جو سب سے بڑا دیوتا مانا جاتا تھا، کے حکم عنایت کی۔[4]

(ملاحظہ فرمایئے رابرٹ کی کتاب"The Greex Myths"یہ عنوان اولمپیئن تخلیقی دیوالا ہے)

آدمی کی کہانی ❁ گوتم داس کی بھی سنئے وہ کہتا ہے آج سے کوئی دو ہزار سال قبل ایک آدمی غار میں بیٹھا تھا، غار میں مدھم سی روشنی تھی، اس کے سارے

3. The Greek Myths,The Five Ages Of Man, Page 23-24
4. The Greek Myths,The Olympican Creation Myth, Page 21

بدن پر بال ہی بال تھے۔ وہ جانوروں کی کھال پہنے ہوئے تھا اس نے دنیا میں پہلی بار آرٹ کانمونہ پیش کیا۔ یہ ایک بائزن کی جیتی جاگتی تصویر تھی۔

پتھر کے زمانے کے اس آرٹسٹ کو کوئی نہیں جانتا۔ اس نے غار کی دیوار کے نرم پتھر پر اتنے بڑے جانور کی تصویر کئی دنوں میں بنائی ہوگی پھر اس نے خاکے آؤٹ (Out) لائن کے اندر کسی جانور کی تازہ چربی پھیلائی، اس کے بعد اس نے کسی جانور کی کھوکھلی ہڈی لی ہوگی اور اس کے ذریعے پھونک پھونک کر چربی کے اوپر رنگوں کا سفوف چھڑکا ہوگا۔ یہ پُرانی وضع کے رنگ تھے مینگیتر کا کالا سفوف پیسا ہوا گیرو اور رنگ کا سفوف اس نے یہ رنگ اتنی احتیاط سے بنائے تھے کہ ۱۹۶۸ء میں اسپین میں جب یہ تصویر دریافت کی گئی تو یوں لگتا تھا کہ جیسے ابھی ابھی بنائی گئی ہے۔ یہ فنکار بڑی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ صحیح معنی میں یہی دنیا کے سب سے پہلے انسانوں میں سے تھا۔

یہ پتھر کے پُرانے دور کا انسان تھا اس نے بھالے اور نیزے بنانا سیکھ لیا تھا۔ اِن کی مدد سے وہ جانوروں کا شکار کرتا اور اس طرح اپنے لئے خوراک اور لباس حاصل کرتا تھا۔ اس نے چقماق [5] سے ہتھیار اور اوزار بنانا بھی سیکھ لیا تھا۔ اسے ہار بنانا اور پتھر تراشنا بھی آگیا تھا۔ پتھر کے زمانے کا آدمی سوچتا بھی تھا کہ اس سے بڑھ کر یہ بات کہ اس نے زندہ رہنے کے گُر جان لئے تھے اور تقریباً پندرہ سو قبل انسان کی اولاد تقریباً ایسی ہی تھی جیسے آج کی دنیا میں پائی جانے والی انسانی نسلیں ہیں۔

پتھر کے زمانے سے لاکھوں سال پہلے بھی آدمی موجود تھے لیکن وہ اتنے عقلمند نہیں تھے کہ اپنے آپ کو زندہ سلامت رکھ سکتے۔

5: ایک قسم کا سخت پتھر

تبصرۂ اُویسی غفرلہٗ ﴿ یہ وہی ڈارونی نظریہ ہے جسے بیان کرنے والے اپنی قیاس آرائیاں کرتے ہیں حقیقی آدم تو وہی ہے جو اولادِ آدم علیہ السلام سے ہے اس سے سوائے جنات کے کوئی نہ تھا اور یہ لوگ اسلام کے خلاف باتیں بناتے رہیں، حق وہی ہے جو اسلامی نظریہ ہے۔

بائبل کی تصدیق ﴿ اہلِ کتاب (نصاریٰ) کی مقدس آسمانی کتاب میں کتاب پ۲ آیت ۷ پیدائش میں ہے کہ

''اور خداوند نے زمین کو مٹی سے انسان کو بنانا اور اس کے نتھنوں میں زندگی کا دم پھونکا تو انسان جیتی جان ہوا''

تبصرۂ اُویسی غفرلہٗ ﴿ جو کچھ بائبل میں ہے وہی قرآنِ مجید میں ہے۔ ہم قرآنِ مجید کا دامن چھوڑ کر عقلی اور قیاسی ڈھکوسلوں کو نہیں مان سکتے۔

﴿ڈارون کی لاف گزاف﴾

انسان ﴿ انیسویں صدی کے نصف آخر میں برطانوی سائنسدان چارلس ڈارون نے یہ انکشاف کرکے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا کہ انسان بندر کے خاندان سے ہے اور شروع میں بندروں کی طرح درختوں پر رہتا تھا۔ لاکھوں سال بعد، ارتقائی منازل طے کرکے وہ انسان بنا۔ ڈارون کے اس نظریئے کی اکثر ماہرین علم الانسان نے تائید کی ہے۔ نیز ایشیا، افریقہ اور یورپ میں قدیم انسان کے جو آثار ملے ہیں ان سے ڈارون کے دعویٰ کی توثیق ہوتی ہے۔

انسان اور بندر کئی باتوں میں مماثلت رکھتے ہیں ﴿ انسان اور بندر کئی

باتوں میں مماثلت رکھتے ہیں۔انسان کی طرح بندر بھی سیدھا(استادہ)چل سکتا ہے، جن امراض کا شکار انسان ہوتا ہے بندر بھی تقریباً ان سب عوارض میں مبتلا ہوتا ہے۔ نیز انسان کے بعد بندر ہی عام ہے جانوروں میں سب سے زیادہ عقلمند ہے، وہ اپنے دماغ سے سوچتا ہے، ایک خاص عدد تک گنتی بھی گن سکتا ہے، کھیلنے کے لئے طرح طرح کے طریقے ایجاد کرلیتا ہے۔سب سے تعجب خیز بات یہ ہے کہ انسان اور بندر کا استخوانی ڈھانچہ بالکل ایک سا ہے۔بندر کے ڈھانچے میں اتنی ہی ہڈیاں ہوتی ہے جتنی انسان کے ڈھانچے میں حتی کہ دانتوں کی تعداد بھی دونوں کی یکساں ہوتی ہیں۔(انسائیکلوپیڈیا)

مفروضے ہی مفروضے انسان کب وجود میں آیا؟۱۹۶۱ء تک اس مفروضۂ تیقن[6] کی چھاپ لگ چکی تھی کہ دنیا کا قدیم انسان جاوا کا "Pithecanthropus" تھا۔اس کی ہڈیاں انیسویں صدی میں جاوا کا میں دریافت ہوئی تھیں اوران کی قدامت کا اندازہ اس سال کولگایا گیا تھا۔اسے سائنس دانوں نے ''جاوامین'' کا نام دیالیکن ۱۹۶۱ء سے ۱۹۷۰ء کے اوائل تک جو دریافتیں ہوئیں ان سے سائنس دانوں کا یہ نظریہ یکسر غلط ثابت ہوااور وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ بوزغا آدمی جو پتھر کے اوزار بناتے تھے اور بڑے جانوروں کا شکار کرتے تھے چھبیس لاکھ سال پہلے وجود میں آچکے تھے اور جاوا مین انہیں مشرقی افریقہ کا لائق آدمی "Honorabilis" دنیا کا قدیم ترین آدمی ہے۔

6:فرضی یقین

انسان کا ابتدائی حولا ﴿لائق آدمی کے آثار ابھی تک صرف مشرقی افریقہ میں ملے ہیں اوراسی سے ماہرین علم الانسان نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ انسان کا ابتدائی حولا و مسکن مشرقی افریقہ تھا۔تاہم اس بندرنما آدمی جو غالبًا موجودہ انسان کا جداعلیٰ تھا، کے مجرات (Fossiss) شمالی ہند اور پاکستان کے علاقے پوٹھوہار(شوالک کی پہاڑیوں) میں بھی دریافت ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں مشرق اوسط، جاوا، ویت نام الاوس اور مین میں ایسی انسانی ہڈیاں ملی ہیں جن کے متعلق گمان غالب ہے کہ یہ پیکنگ مین اور دیگر بوزنہ نما انسانوں کی ہیں۔بور کے بعض ملکوں(ہنگری، چیکو، سلاویہ اور مغربی جرمنی) میں بھی کھدائی کے دوران اسی قسم کی ہڈیاں ملی ہیں۔

ڈارون کے خیال کے مطابق انسان بھی مخالفہ اس طرح پیدا نہیں ہوا تھا جس طرح آج دنیا میں نظر آتا ہے بلکہ اسی نے بندر سے بذاتِ خود دیگر انواع سے ترقی کرکے بوزنہ بنا ہے،موجود ہیئت اختیار کی ہے۔حیاتیات کے ماہرین نے ڈارون کے نظریات کو درست تسلیم کرلیا ہے اور یہ مان لیا ہے کہ کرّہِ ارض پر نباتات، حیوانات ظہوراور بحری اور بَری جانداروں کا تمام سلسلۂ تخلیق بتقاضائے اصلح اورارتقاء کے اُصولوں سے دوچار رہا ہے۔(انسائیکلوپیڈیا)

خلاصہ ﴿بقول سائنسدان حضراتِ انسان ساٹھ ہزار سال سے زمین پر قائم اور موجود ہے۔تاریخ انسانی کے دودَور ہیں۔دورِاوّل قبل از تاریخ انسانیت، دوسرا دَور آج سے چھ سات ہزار سال اختلاف دورِاوّل کے متعلق ہے، دوسرے دَور میں کوئی

اختلاف نہیں کیونکہ اسی دور سے حضرت آدم علیہ السلام کی زمین پر تشریف آوری ہوئی۔

ڈارون کے مؤیدین ڈارون کا نظریہ بہت بڑے بڑے دانشوروں نے قبول کر رکھا ہے اوراس کی تائید میں بڑی بڑی تصانیف شائع کرتے ہیں اور اخبارات میں بیانات دیتے ہیں۔ بعض بھولے بھالے مسلمان ان کی تحریروں سے متاثر ہوتے ہیں حالانکہ اِن پر بحیثیت مسلمان غور وفکر کیا جائے تو مسلمان کو وہ تحریریں لاف وگزاف محسوس ہوں گی۔ فقیر ایک پمفلٹ کا ایک مضمون متعلق بہ انسان عرض کرتا ہے اسے غور سے پڑھیئے تا کہ یقین ہو کہ بندر کی اولاد بننے والے شائقین کیسی بے پَر کی اُڑاتے ہیں اوران کے دلائل اور قیاسات بجائے قبول کرنے کے مضحکہ خیز ہیں۔

مصنف کا نام ''رشید قریشی'' پمفلٹ کا نام ہے'' آدمی'' یہ پمفلٹ چھوٹے سائز میں اَسّی (80) صفحہ پر مشتمل ہے اُردو بک اسٹال امرتسر (انڈیا) میں شائع ہوا۔

نظریۂ ڈارون کی تفصیل مصنّف آدمی نے بھی وہی لکھا جو ڈارون کا نظریہ ہے وہ لکھتا ہے: ''زمین کے ایسے پنجر برآمد کئے گئے جن کے ملاحظہ سے انسان سے پہلے کے بن مانسوں کے جسم قد اور شکل وصورت کا اندازہ لگ سکتا ہے۔ ماہرینِ وقت کا اندازہ چٹانوں کی تہ سے لگاتے ہیں اور جس چٹان غار کے نیچے کوئی پنجر یا رنگ کی برآمد ہوتی ہے وہ اس کی تہوں کا حساب کر کے کہہ دیتے ہیں کہ یہ پنجرا تنے ہزار برس پہلے کا ہے۔ (آدمی، صفحہ ۳)

انتباہ مصنّف کا اس اعتراف کا نہ بھولنا وہ یہ کہ جتنے ہی ڈارون نظریات ہیں سب عقلی ڈھکوسلے ہیں اور قیاس آرائیاں ہیں اور پھر یہ اعتراف کرتا ہے کہ: بہت سے لوگوں کو مذہب اور سائنس کی معلومات میں تضاد نظر آئے گا جہاں تک مسئلہ کی تاریخی اہمیت کا تعلق ہے ہمیں اس بحث سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے مگر پھر بھی ہم اِس نکتہ کی وضاحت ضروری سمجھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مذہب اور سائنس کی معلومات میں اس قسم کا کوئی تضاد نہیں۔ مذہب انسان کی داخلی زندگی سے بحث کرتا ہے اور اس کی روحانی اور جسمانی ترقی کا انتظام کر کے اِسے تہذیب اور انتہائی بلندیوں پر لے جانا چاہتا ہے اور سائنس نے انسانیت کے جنم اور اس سے پہلے کی زندگی کا علم بہم پہنچایا ہے یا یوں سمجھئے کہ سائنس نے انسانیت کے ماضی کی کہانی کا کھوج لگانے کی کوشش کی ہے اور مذہب نے اسے مستقبل کی ترقی کا راستہ بتایا ہے۔ مذہب سائنس کا مخالف نہیں صرف یہ ہے کہ مذہب نے زندگی کی تاریخ وہاں سے شروع کی ہے جب وہ انسانیت کے مقام پر پہنچ چکی تھی اس سے پہلے کہ مدارج کے بارے میں اگر اسے کبھی ذکر بھی کیا ہے تو محض دھندلے اور مبہم طریقے سے، جن سے اصلی تہ تک پہنچانا مفقود تھا۔

مذہب انسان کی موجودہ شکل وصورت کا ذکر کرتا ہے۔ انسان کی پیدائش اور مختلف زمانوں کے حالات پر روشنی ڈالتا ہے، ہمیں اپنے فرائض اور زندگی کے مقصد سے آگاہ کرتا ہے، مذہب ہمیں سکھاتا ہے کہ ہم اپنے پیدا کرنے والے (اللہ) کی اطاعت اور عزت کریں اور دوسرے انسانوں کے ساتھ ہمدردی کا برتاؤ کریں۔

سائنسدان اس زمانے کے حالات کا پتہ چلانا چاہتے ہیں جب آدمی بھی پیدا نہیں ہوا تھا۔ اس لحاظ سے ان کا یہ کہنا کہ شروع شروع میں زمین اور پودے ظاہر

ہوئے ایک حدتک درست معلوم ہوتا ہے کیونکہ ہماری مذہبی کتب میں بھی اس مسئلہ پر تھوڑی بہت روشنی ڈالی گئی ہے مثلاً حضرتِ آدم یا شیوجی کے پیدا ہونے سے پہلے زمین پر پانی، پودے، اناج، چرند، پرند وغیرہ موجود تھے۔ سائنس دان صرف اس بات کا کھوج لگا رہے تھے کہ حیوانات، پرندوں اور نباتات کی کب اور کیسے پیدائش ہوئی؟

درحقیقت مذہب کو انسانیت سے پہلے کے مدارج سے براہِ راست کوئی سروکار نہیں، کیونکہ اس کا مقصد انسان کو ترقی کی منازل سے گزار کر ایک بہتر مستقبل سے روشناس کرانا ہے۔ ابتدائی انسان سے لے کر آج کل کے انسان کی شکل و صورت، قد، عادات، لباس، خوراک اور رہنے سہنے کے طریقوں میں جو تبدیلیاں ہوئی ہیں اِن سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ آدمی نے بتدریج ترقی کی ہے۔

اس سلسلہ میں جو جو انکشافات ہوئے ہیں ان میں سے چند کا ذکر مختصر طور پر کیا جاتا ہے۔ ان کی روشنی میں قدیم زمانہ میں آدمی کی مختلف حالتوں کا اندازہ لگ سکتا ہے مگر ہمیں یہ بات اپنے ذہن میں رکھنی چاہیے کہ زمین کا علم جاننے والوں اور مشہور ماہرین سائنس دان نے اپنے تجربات کی روشنی میں جو تھوڑی بہت واقفیت بہم پہنچائی ہے اس کے مآخذ وہ پنجر، ہڈیاں اور اوزار ہیں جو مختلف مقامات کی کھدائی کرنے سے یا اتفاقیہ طور پر کسی پہاڑ یا دریا سے مل گئے ہیں۔ اس قسم کی کھوج یورپ کے مختلف ممالک میں کی گئی ہے۔ اگر اس سلسلہ کو جاری رکھا گیا تو ممکن ہے کہ ایشیاء اور افریقہ سے بھی بہت کچھ دستیاب ہوسکے اور یہ بھی ممکن ہوسکتا ہے کہ آئندہ کے انکشافات اور کھوج سے آدمی کی تاریخ کے تعلق میں چند اور باتیں بھی معلوم ہوسکیں۔

''جاوا'' میں ایک جگہ زمین میں دفن شدہ ایک کھوپڑی کا اوپر والا حصہ

جبڑے کی ہڈی اور چند دانت ملے ہیں۔ یہ ہڈیاں ایک ایسے جانور کی ہڈیاں معلوم ہوتی ہیں جس کا مغز بندر کے مغز سے کچھ بڑا تھا، جو پیروں پر کھڑا ہوسکتا تھا اور دَور بھی سکتا تھا، وہ اپنے ہاتھوں سے کام بھی لے سکتا تھا۔ اس انسان نما جانور کی پیدائش کا زمانہ مسیح کی پیدائش کے کوئی تین لاکھ برس پہلے کا تعین کیا گیا ہے۔ اِس انسان نما جانور میں آدمی کی عادات اور خصلتیں بہت کم تھیں، اسے جاوا کے ادنیٰ انسان کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

اسی طرح جرمنی کے ایک علاقہ ''ہائیڈل برگ'' (Heidelberg) کے قریب اَسی (۸۰) فٹ کی گہرائی پر جبڑے کی ایک ہڈی ملی ہے، اس کے دانت ایسے ہیں جن کی مثال عام جانوروں میں نہیں ملتے، وہ دانت آدمی کے دانتوں سے بہت زیادہ مشابہ ہیں ایسے جبڑے والے جانوروں کا زمانہ دو لاکھ برس قبل مسیح قرار دیا گیا ہے۔ اس میں ایک انسانی مشابہت یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ اس ڈھانچے کے ہمراہ پتھر کے بہت سے اوزار بھی ملے ہیں، یہ اِن اوزاروں جو جاوا کے انسان نما جانور استعمال کرتے تھے، سے زیادہ اچھے تھے لیکن بہت بڑے ہونے کی وجہ سے موجودہ زمانے میں استعمال نہیں ہوسکتے۔ اس کے بعد انگلستان کے علاقہ ''سیکسیس'' کے مقام ''پلیٹ ڈاؤن'' میں ایک پنجر دستیاب ہوا ہے اس سے بھی ایک ایسے انسان نما جانور کے آثار ملتے ہیں جس کی عمر مسیح سے ایک لاکھ برس قبل مقرر کی گئی ہے اور بھی کئی جگہ دریاؤں کے نزدیک ایسی ہڈیاں پائی گئی ہیں ان کے ساتھ ہی پتھر کے بعض اوزار بھی ملے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان جانور نما انسانوں نے اتنی ترقی کرلی تھی کہ وہ اپنے ہاتھ کی مدد سے پتھر توڑ کر اور رگڑ رگڑ کر اوزار بنا سکتے تھے یقیناً ایسے اوزار ان

کے لئے بہت مفید ہوں گے کیونکہ ان کی مدد سے وہ جانوروں کو مار سکتے تھے۔

اس زمانے کے بعد تیزی سے ترقی ہونے لگی۔آثارِقدیمہ کے ماہرین نے قدیم آلات غاروں اور دوسرے سامان کے مطالعہ سے کئی انکشافات کئے ہیں۔اس زمانہ میں قدیم انسان، حیوان کم اور انسان زیادہ نظر آرہاہے اس کی کھوپڑی اور ہڈیوں کی ساخت بالکل جانوروں جیسی ہے۔اس کی زندگی غاروں سے شروع ہوئی ہے اور اپنے بچے کُچے آثار وہاں چھوڑ کر تہذیب کی منزلیں طے کرتا ہے۔ایسے انسان کی تاریخ آج سے پچاس ہزار برس پہلے کے قریب مقرر کی گئی ہے۔اس قدیم آدمی کی شکل وشباہت آج کے انسان سے پوری طرح نہیں ملتی کچھ تھوڑا سا فرق ہے۔اس کے انگوٹھے آج کے انسان سے مختلف تھے، کمر قدرے آگے کی طرف جھکی ہوئی تھی، تھوڑی نہیں تھی اور غالباً بات چیت بھی نہیں کر سکتا تھا مگر موجودہ انسان سے بہت زیادہ مضبوط تھا اس قدیم آدمی کو ''نیئیے نڈرتل''(Neanderthal) کے آرمی سے موسوم کیا گیا ہے۔

اس زمانہ میں اس میں یہ خاص صفت پیدا ہو چکی تھی کہ وہ لکڑی کے اوزار بھی بنا سکتا تھا اور پتھروں کے اوزاروں کو بھی استعمال کر رہا تھا۔موسم کی سختیوں سے بچنے کے لئے اس نے غاروں میں رہنا شروع کر دیا تھا کئی جگہوں پر زمین کے نیچے سے بجھی ہوئی آگ کے نشان بھی ملے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ ابتدائی انسان نے آگ کی دریافت بھی کر لی تھی، اس کی مدد سے وہ اپنے آپ کو سردی سے بچاتا تھا، جانوروں کا گوشت بھون کر کھاتا تھا۔ان آدمیوں کے پنجروں کے قریب ہی بڑے بڑے جانوروں کی ہڈیاں ملی ہیں۔اب سوال یہ ہے کہ ان معمولی اوزاروں کی مدد سے

اتنے بڑے بڑے قد آور جانور اس نے کیسے مارے ہوں گے، خیال کیا جاتا ہے کہ اس مقصد کے لئے یہ لوگ جانوروں کو چاروں طرف سے گھیر لیتے تھے اور ان کے گرد آگ جلا کر ان کے باہر کا راستہ بند کردیتے تھے اور پھر آسانی کے ساتھ انہیں چیر پھاڑ کر کھا جاتے تھے۔

بعض اوقات جب کبھی کوئی بڑا جانور برف یا دلدل میں پھنس جاتا تو وہ اسے وہیں مار دیتے۔ بعض مقامات پر کھدائی سے ایسی خندقیں بھی دریافت ہوئیں ہیں جو محض اسی غرض سے بنائی گئیں ہیں۔ اس زمانے کے آدمیوں کی خوراک جانوروں کا گوشت ہی تھا اور یہ لوگ کئی دنوں تک جانوروں کو مار کر ان کا گوشت کھاتے رہتے تھے۔ چقماق سے آگ جلاتے تھے اور اسے بطور ایک اوزار بھی استعمال کرتے تھے۔ جانوروں کی کھال اپنے جسم پر لپیٹ لیتے تھے، عورتوں کا لباس بھی یہی کھالیں تھیں۔

یہ لوگ گروہوں میں رہتے تھے، جانوروں کا گوشت بہت فائدہ مند تھا جس سے طاقت حاصل کرنے کے علاوہ موسم کی سختیاں بھی برداشت کر سکتے تھے لیکن ایسے جانور جنگلوں کے بجائے میدانوں کی طرف زیادہ تھے۔ اِن لوگوں نے جانورں کا پیچھا کیا اور اپنے اصلی مقام جنگل کو چھوڑ کر میدان کی طرف چلنا شروع کردیا۔ مختلف میدانوں میں ان لوگوں کی زندگی کے کئی آثار، بجھی ہوئی آگ، راکھ اور ہڈیوں کی شکل میں ملتے ہیں۔

دراصل ابتدائی انسان کی زندگی ایک شکاری کی مانند تھی جس کا کام صرف جانوروں کو مارنا اور ان کے گوشت کو بطورِ خوراک استعمال کرنا تھا۔ موجودہ زمانے کے شکاری کو بڑے بڑے جانور کا شکار کرنے میں کوئی دِقت پیش نہیں آتی کیونکہ اس کے

پاس تلوار، بندوق اور دیگر قسم کے کئی ہتھیار موجود ہیں مگر ابتدائی انسان کے پاس سوائے پتھر کے ایک چاقو اور پتھر کے برچھے کے اور کوئی ہتھیار نہ تھا مگر پھر بھی وہ تمام جانوروں کا شکار کرسکتا تھا۔ اس کامیابی کی بڑی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس نے گروہوں میں رہنا سیکھ لیا تھا، اگر آپس میں مل جل کر رہنے کی عادت نہ پیدا ہوتی تو اس کی نسل کبھی کی تباہ اور برباد ہوکر دنیا سے مٹ چکی ہوتی۔ اگر آج بھی ایک آدمی کو جنگل میں اکیلے چھوڑ دیا جائے تو وہ بے بس اور لاچار نظر آتا ہے وہ اپنے آپ کو جنگلی جانوروں اور موذی جانوروں سے بچا کر اگر کچھ دیر کے لئے وہ زندہ رہ بھی سکے تو اس میں جانوروں جیسی عادات پیدا ہو جاتی ہیں۔

اِن قدیم انسانوں میں انسانیت اُسی وقت پیدا ہوئی جب وہ اکٹھے رہنے لگے، اکٹھے شکار کرنے لگے اور مل جل کر اپنے اوزار بنانے لگے۔ پورا گروہ مل کر شکار کھیلتا اور کئی جانوروں کو مار کر کافی دنوں کے لئے خوراک جمع کر لیتا۔ عموماً یہ لوگ صحراؤں کے نزدیک اپنے ڈیرے ڈالتے تھے تاکہ دریا کا پانی اِنہیں آسانی سے مل سکے۔ اِن میں عقل کا کچھ مادہ بھی پیدا ہو رہا تھا، بوڑھے اور تجربہ کار آدمی اپنے بچوں کو اوزار بنانے کا طریقہ بتاتے تھے اور اپنے کنبے کے سردار کے فرائض بھی نبھاتے تھے۔ اس قدیم انسان کے لئے جانوروں کا شکار کرنا تو آسان تھا مگر اِسے اس بات کی بھی ضرورت تھی کہ وہ کسی خاص وقت کے لئے اپنی خوراک جمع رکھ سکے کیونکہ زیادہ سردی کے دنوں میں یا برفانی موسم میں اس کے لئے شکار کرنا مشکل تھا، وہ آسانی سے خوراک بھی جمع کرسکتا تھا مگر اِسے محفوظ رکھنا اس کے بس کی بات نہ تھی۔ پھر اس کے لئے یہ مصیبت تھی کہ جب ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے تو خوراک کے ذخیرے کو

اپنے ساتھ اُٹھاتا پھرے۔اس لئے اس نے ایک جگہ پر قائم رہنے کا فیصلہ کیا۔ پہلے وہ درختوں پر ہی اپنا وقت گزارتا تھا کیونکہ اسے جانوروں کا خوف رہتا تھا مگر اب جبکہ اس نے ان جنگلی جانوروں پر قابو پالیا تھا اس کو کسی سے ڈر اور خوف نہیں لگتا تھا اس کا سب سے بڑا دشمن جاڑا تھا اور اس سے بچنے کے لئے کسی ایسی جگہ کی ضرورت تھی جہاں سردی اپنا اثر جمانہ سکے۔

اب وہ وقت آیا جب آدمی نے اپنے رہنے کے لئے جگہ تلاش کرنا شروع کی۔وہ کسی غار کے دروازہ پر جانوروں کی کھالیں یا درخت کی شاخوں کو لٹکا دیتا اس کے اندر وہ بارش، ہوا اور برف سے محفوظ رہتا، غار میں وہ آگ جلالیتا جو روشنی اور حرارت کا کام دیتی۔بعض قدیم غاروں سے انسانی پنجر بھی ملے ہیں جن سے اس زمانہ کے لوگوں کا غاروں میں رہنا ثابت ہوتا ہے۔

فیصلہ ﴿ مذکورہ بالا طویل داستان نہ قرآن ہے نہ حدیث ہے بلکہ عقلی ڈھگوسلے ہیں جن کا اِنہیں خود اعتراف ہے۔چنانچہ اِسی برادری کا ایک صاحبِ مصنّف رسالہ ’’آدمی‘‘ لکھتا ہے کہ زندگی اوّل اوّل سمندر کی سطح پر کاہی کی شکل میں نمودار ہوئی وقت وقت کے ساتھ ساتھ اس بیج نے کروڑوں شکلیں اختیار کیں تب کہیں جا کر پہلے آدمی کی پیدائش ہوئی۔

سائنسدان مختلف جوابات اور خارجی شہادتوں کی بناء پر قیاس آرائیاں کر رہے ہیں ان کے پاس کوئی فیصلہ کن شہادت اور آخری ثبوت نہیں کہ قدیم زمانے میں زندگی کن کن مراحل سے گزری، وہ تاریکی میں ٹھوکریں کھارہے ہیں۔(آدمی، صفحہ ۲۹)

عجوبہ ﴿ مذکورہ بالا اقرار کر کے پھر بھی اپنی بات کرتا ہے کہ اس کے باوجود اس

حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ انسانیت زندگی کی ارتقائی شدہ شکل ہے۔(آدمی صفحہ ۲۹)

اس کے بعد ارتقائی شکل وہی ثابت ہوئی جو تقریباً ڈارون کا نظریہ ہے۔

فقیر اُویسی غفرلہٗ کی گزارش ﴾ آدمی بندر تھا اس کے دلائل اوپر مذکور ہوئے جسے خود دلائل لکھنے والے اپنا رَد کرتے جارہے ہیں کہ زمین پر ڈھانچے دیکھ کر اس سے اندازہ کیا کہ یہ آدمی کے ڈھانچے ہیں اور یہ کئی سال بندر تھا اسی لئے کہ اس کے ڈھانچے بندر سے ملتے جلتے ہیں۔لا حول و لاقوۃ إلا باللّٰہ العلی العظیم یہ کیسے یقین ہوا کہ یہ ہڈیاں واقعی انسان کی ہیں پھر کوئی ضروری ہے کہ ایک شے دوسری شے سے مشابہت ہو تو واقعی وہ شے اپنی حقیقت میں وہی ہو، یہ عجیب منطق ہے۔

حالانکہ سب جانتے ہیں کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ ایک نسل دوسری کا روپ دھارے، ہر ذی حیات کی اپنی مخصوص بناوٹ ہے۔اندرونی اور بیرونی کوئی جانور دوسرے کے روپ میں نہیں ڈھل سکتا، ہاں کبھی کبھی اپنی ہی نسل میں تذکیروتانیث میں تبدیلی آجاتی ہے جیسے کہ لڑکا لڑکی بن جائے۔یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی لڑکا بکرا بن جائے یا کوئی لڑکی بکری یا دونوں بندر بندریا میں تبدیل ہوجائیں۔

ویسے بھی تو یہ بات عقل میں نہیں آتی کہ بندر انسان بن سکتا ہے۔دیکھئے بڑی بطخیں اور ہنس راج آپس میں کتنے ملتے جلتے ہیں لیکن کسی نے یہ کبھی نہیں سنا یا پڑھا ہوگا کہ فلاں صدی قبل مسیح میں پائی جانے والی بطخ فلاں صدی عیسوی میں ہنس راج بن گئی، فلاں صدی پائی جانے والی چڑیا فلاں سال بلبل کے روپ میں آگئی، حالانکہ دونوں کی جسامت تقریباً ایک جیسی ہوتی ہے۔

اب اگر کوئی بطخ ہزاروں سال گزرنے کے بعد بھی ہنس راج نہیں بن سکتی

سینکڑوں سالوں میں اگر کوئی چڑیا بلبل نہیں بن سکی تو جناب یہ بندر صاحبِ انسان کے روپ میں کیسے آ گئے؟ صرف عادات وجسامت یا بعض اعضائے جسم کی حیرت ناک حد تک مشابہت ومماثلت اس بات کا ثبوت نہیں کہ کوئی ایک نسل دوسری نسل میں ڈھل سکتی ہے۔ باز بھی شکاری پرندہ ہے اور عقاب بھی دونوں کی عادتیں بھی تقریباً ایک سی ہیں لیکن باز بھی سینکڑوں سال گزر جانے کے بعد بھی اسی شکل میں موجود ہے جس صورت میں لوگوں نے اسے پہلی بار دیکھا تھا اور عقاب بھی۔

جہاں تک دودھ پینے والے جانوروں، چرندوں، پرندوں اور درندوں کا تعلق ہے وہ بھی اپنی نسل نہیں بدل سکے۔ اگر ایسا ممکن ہوتا تو گدھے کب کے گھوڑے بن چکے ہوتے، چیتے شیر اور شیر ببر شیر کے روپ میں ڈھل چکے ہوتے، کیونکہ عادات وخصائل اور شکل وشباہت، جسامت اور اعضائے جسم کی مشابہت کے لحاظ سے اتنی مشابہت ومماثلت رکھتے ہیں ان کا آپس میں صرف اتنا ہی فرق ہے کہ جتنا کہ بندر اور انسان میں ہے۔ مگر ایسا نہیں ہوا کوئی گدھا گھوڑا نہیں بن سکا، کوئی چیتا شیر اور کوئی شیر ببر شیر نہیں بن سکا۔

اگر یہ سب کچھ دیگر جانوروں کے سلسلے میں نہیں ہوسکتا تو بندر کے سلسلے میں اتنی رحم دلی کیوں؟ وہ کیسے انسان بن سکتا ہے۔ بندر کو انسان کا جدامجد کہنے والوں کو ذرا بندر کی اولاد تو کہہ کر پکاریئے ڈنڈا لے کر آپ کے پیچھے نہ بھاگ پڑیں تو پھر کہیے اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ بھی کم از کم لاشعوری طور پر خود کو بندر کی نسل تسلیم نہیں کرتے ان کے لاشعور نے انہیں بندر کی نسل نہیں مانا اس کے باوجود بھی وہ لوگ اپنی اس ضد پر اڑے رہیں گے کہ انسان بندر کی اولاد ہے۔ فقیر کو یقین ہے کہ مسلمان کے لئے قرآن

وحدیث سے بڑھ کر کوئی شے بہتر نہیں ہو سکتی ۔فقیر چند آیات واحادیث سپرد ِقلم کرتا ہے جس میں معمولی سے معمولی اشارہ بھی نہیں ملتا کہ انسان بندر تھا۔

﴿آیاتِ قرآن﴾

اب مجھے حق ہے کہ میں مسلمانوں کو باور کراؤں کہ ہمارے سچے قرآنِ مجید کی متعدد آیات میں تخلیقِ انسان کا ذکر فرمایا گیا ہے اس میں کہیں بھی معمولی سے معمولی اشارہ بھی نہیں ملتا کہ جس میں پتہ چلتا ہو کہ انسان بندر کی اولاد ہے۔اگر کسی کو ذاتی شوق ہو تو بے شک بندر کی اولاد بنتا پھرے کیونکہ شوقین آدمی کا جب تک شوق پورا نہ ہو وہ بیقرار رہتا ہے ورنہ قرآنِ مجید یوں فرماتا ہے:

وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ o ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ o ثُمَّ سَوّٰهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ۔[7]

ترجمہ کنزالایمان: اور پیدائش انسان کی ابتدا مٹی سے فرمائی، پھر اس کی نسل رکھی ایک بے قدر پانی کے خلاصہ سے، پھر اسے ٹھیک کیا اور اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی۔

جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس نے انکار کیا اور بولا:

قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا o[8]

ترجمہ کنزالایمان: بولا کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے بنایا۔

7:السجدۃ:۳۲/۷تا۹ 8:بنی اسرائیل:۱۷/۶۱

دوسری جگہ آتا ہے کہ شیطان نے کہا:

خَلَقۡتَنِیۡ مِنۡ نَّارٍوَّ خَلَقۡتَہٗ مِنۡ طِیۡنٍO[9]

ترجمہ کنزالایمان: تونے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے بنایا۔

سورۂ رحمٰن میں آتا ہے:

خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ صَلۡصَالٍ کَالۡفَخَّارِO[10]

ترجمہ کنزالایمان: اس نے آدمی کو بنایا بجتی مٹی سے جیسے ٹھیکری۔

فَلۡیَنۡظُرِ الۡاِنۡسَانُ مِمَّ خُلِقَ Oخُلِقَ مِنۡ مَّآءٍ دَافِقٍOیَّخۡرُجُ مِنۡۢ بَیۡنِ الصُّلۡبِ وَالتَّرَآئِبِO[11]

ترجمہ کنزالایمان: تو چاہیے کہ آدمی غور کرے کہ کس چیز سے بنایا گیا، جَست کرتے پانی سے، جو نکلتا ہے پیٹھ اور سینوں کے بیچ سے۔

اَوَلَمۡ یَرَالۡاِنۡسَانُ اَنَّا خَلَقۡنٰہُ مِنۡ نُّطۡفَۃٍ فَاِذَا ھُوَ خَصِیۡمٌ مُّبِیۡنٌOوَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِیَ خَلۡقَہٗ ؕ[12]

ترجمہ کنزالایمان: اور کیا آدمی نے نہ دیکھا کہ ہم نے اسے پانی کی بوند سے بنایا جبھی وہ صریح جھگڑالو ہے اور ہمارے لئے کہاوت کہتا ہے اور اپنی پیدائش بھول گیا۔

فَاِنَّا خَلَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ ثُمَّ مِنۡ نُّطۡفَۃٍ ثُمَّ مِنۡ عَلَقَۃٍ ثُمَّ مِنۡ مُّضۡغَۃٍ

9:الاعراف:۱۲/۷
10:الرحمٰن:۱۴/۵۵
11:الطارق:۸۶/۵تا۷
12:یٰسٓ:۳۶/۷۷تا۷۸

مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ؕ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا ؕ ۔[13]

ترجمہ کنزالایمان: ہم نے تمہیں پیدا کیا مٹی سے پھر پانی کی بوند سے پھر خون کی پھٹک سے پھر گوشت کی بوٹی سے نقشہ بنی اور بے بنی تاکہ تمہارے لئے اپنی نشانیاں ظاہر فرمائیں اور ہم ٹھہرائے رکھتے ہیں ماؤں کے پیٹ میں جسے چاہیں ایک مقرر میعاد تک پھر تمہیں نکالتے ہیں بچہ پھر اس لئے کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو اور تم میں کوئی پہلے ہی مرجاتا ہے اور کوئی سب میں نکمی عمر تک ڈالا جاتا ہے کہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے۔

فائدہ اس آیت میں انسان کی تخلیق اور نشوونما پھر عمر کے آخری حصے تک کو تفصیلی طور پر بیان فرمایا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ ۝ فِيْۤ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝[14]

ترجمہ کنزالایمان: اے آدمی تجھے کس چیز نے فریب دیا اپنے کرم والے رب سے، جس نے تجھے پیدا کیا پھر ٹھیک بنایا پھر ہموار فرمایا، جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دیا۔

13: الحج: ۲۲/۵

14: الانفطار: ۸۲/۶تا۸

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ [15]

ترجمہ کنزالایمان: اوراللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے پیدا کیا کہ کچھ نہ جانتے تھےاور تمہیں کان اورآنکھ اوردل دیئے کہ تم احسان مانو۔

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝ عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْ لَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ [16]

ترجمہ کنزالایمان: تو بھلا دیکھوتو وہ منی جو گراتے ہو، کیا تم اس کا آدمی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں، ہم نے تم میں مرنا ٹھہرایا اور ہم اس سے ہارے نہیں کہ تم جیسے اور بدل دیں اور تمہاری صورتیں وہ کر دیں جس کی تمہیں خبر نہیں اور بیشک تم جان چکے ہو پہلی اٹھان پھر کیوں نہیں سوچتے۔

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۝ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ۝ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ۝ [17]

ترجمہ کنزالایمان: تو بھلا بتاؤ تو جو بوتے ہو، کیا تم اس کی کھیتی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں، ہم چاہیں تو اسے روندن کر دیں پھر تم باتیں بناتے

15:النحل:۱۶/۷۸
16:الواقعۃ:۵۶/۵۸تا۶۲
17:الواقعۃ:۵۶/۶۳تا۶۶

رہ جاؤ کہ ہم پر چٹی پڑی۔

اَفَرَءَ یْتُمُ النَّارَ الَّتِیْ تُوْرُوْنَ ○ءَ اَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَھَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ ○نَحْنُ جَعَلْنٰھَا تَذْکِرَۃً وَّ مَتَاعًا لِّلْمُقْوِیْنَ ○فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّکَ الْعَظِیْمِ○ [18]

ترجمہ کنزالایمان: تو بھلا بتاؤ تو وہ آگ جو تم روشن کرتے ہو، کیا تم نے اس کا پیڑ پیدا کیا یا ہم ہیں پیدا کرنے والے۔ ہم نے اِسے جہنم کا یادگار بنایا اور جنگل میں مسافروں کا فائدہ، تو اے محبوب تم پاکی بولو اپنے عظمت والے رب کے نام کی۔

وَاِذَا مَسَّکُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِیَّاہُ ج فَلَمَّا نَجّٰکُمْ اِلَی الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ط وَکَانَ الْاِنْسَانُ کَفُوْرًا ○اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ یَّخْسِفَ بِکُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْیُرْسِلَ عَلَیْکُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَاتَجِدُوْا لَکُمْ وَکِیْلًا○اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ یُّعِیْدَکُمْ فِیْہِ تَارَۃً اُخْرٰی فَیُرْسِلَ عَلَیْکُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّیْحِ فَیُغْرِقَکُمْ بِمَا کَفَرْتُمْ لا ثُمَّ لَاتَجِدُوْا لَکُمْ عَلَیْنَا بِہٖ تَبِیْعًا○ [19]

ترجمہ کنزالایمان: اور جب تمہیں دریا میں مصیبت پہنچتی ہے تو اس کے سوا جنہیں پوجتے ہیں سب گم ہو جاتے ہیں پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو منہ پھیر لیتے ہو اور آدمی بڑا ناشکرا ہے۔ کیا تم اِس سے نڈر ہوئے کہ وہ خشکی ہی کا کوئی کنارہ تمہارے ساتھ دھنسا دے یا تم

18: الواقعة:٥٦/٧١تا٧٤ 19: بنی اسرائیل:١٧/٦٧تا٦٩

پرپتھراؤ بھیجے پھراپنا کوئی حمایتی نہ پاؤیااس سے نڈر ہوئے کہ تمہیں دوبارہ دریامیں لے جائے پھرتم پر جہاز توڑنے والی آندھی بھیجے توتم کوتمہارے کفر کے سبب ڈبودے پھراپنے لئے کوئی ایسانہ پاؤ کہ اس پرہمارا پیچھا کرے۔

فائدہ بالاستیعاب تمام آیاتِ قرآنی لکھی جائیں طوالت ہوجائے۔اِن آیات میں انسان کی تخلیق کا تفصیلی ذکر ہے اس کے باوجوداگرکوئی بندرکی اولاد بننے کا شوقین ہے تو اسے کیسے روک سکتے ہیں۔

فائدہ آیاتِ مذکورمیں واضح طور پرحضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کاذکر ہے، اگر ان کی تخلیق اسی طریقہ سے نہ مانی جائے تو قرآن کاانکارلازم آتا ہے۔اب سوچیں کہ اللہ تعالیٰ تو فرمائے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی موجودہ صورت ہم نے تیار کی اوراسی صورت میں ہی بہشت سے زمین پرتشریف لائے لیکن ڈارون اوراس کے معتقدین کہیں کہ نہیں وہ پہلے بندرکی صورت میں تھا پھریہی صورت اختیار کی ہے تو یہ ایک کھلی بغاوت اوربے عقلی وسفاہت ہے، یونہی اولادِ آدم کی تخلیق قرآنِ مجید نے واضح طور پر بتائی۔

ازالۂ وھم ڈارون اوراس کے معتقدین کا کہنا ہے کہ یہ آدمی کے دورِثانی کی کہانی ہے، ہم اس کے دورِاوّل کی بات کرتے ہیں۔اس کا جواب بھی قرآنی آیات میں واضح ہے کہ آدمی کہلانے کا دوریہی ہے اوربس۔اس سے قبل عالم مثال عالم ارواح ہے اس کی تفصیل آتی ہے اوراسی دور کے لئے انسان کی ہیئت کذائیہ کا ذکر احادیث میں ہے:

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ مَسَحَ ظَهْرَهُ فَسَقَطَ مِنْ ظَهْرِهِ كُلُّ نَسَمَةٍ هُوَ خَالِقُهَا مِنْ ذُرِّيَّتِهِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ، وَجَعَلَ بَيْنَ عَيْنَىْ كُلِّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ وَبِيصًا مِنْ نُورٍ، ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلٰى آدَمَ ، فَقَالَ أَىْ رَبِّ مَنْ هٰؤُلَاءِ؟ قَالَ هٰؤُلَاءِ ذُرِّيَّتُكَ، فَرَأَى رَجُلًا مِنْهُمْ فَأَعْجَبَهُ وَبِيصُ مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ، فَقَالَ أَىْ رَبِّ! مَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ: هٰذَا رَجُلٌ مِنْ آخِرِ الْأُمَمِ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ يُقَالُ لَهُ دَاوُدَ فَقَالَ: رَبِّ كَمْ جَعَلْتَ عُمْرَهُ؟ قَالَ سِتِّينَ سَنَةً، قَالَ: أَىْ رَبِّ! زِدْهُ مِنْ عُمْرِىْ أَرْبَعِينَ سَنَةً، فَلَمَّا قُضِىَ عُمْرُ آدَمَ جَاءَهُ مَلَكُ الْمَوْتِ، فَقَالَ: أَوَلَمْ يَبْقَ مِنْ عُمْرِىْ أَرْبَعُونَ سَنَةً؟ قَالَ: أَوَلَمْ تُعْطِهَا ابْنَكَ دَاوُدَ؟ قَالَ: فَجَحَدَ آدَمُ فَجَحَدَتْ ذُرِّيَّتُهُ، وَنُسِّىَ آدَمُ فَنُسِّيَتْ ذُرِّيَّتُهُ، وَخَطِىءَ آدَمُ فَخَطِئَتْ ذُرِّيَّتُهُ۔ 20

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی پیٹھ کو (مسح کے طور پر) مَلا ، آدم کی پیٹھ سے وہ ساری جانیں برآمد ہوئیں جسے اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن تک آپ کی اولاد میں پیدا کرنا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ہر ایک انسان کی دونوں آنکھوں

20:سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم،رقم الحدیث ٣٠٧٦، ص٦٨٩ ،مکتبة المعارف الریاض

کے درمیان نور کی ایک چمک رکھی۔ پھر انہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا: اے میرے رب! یہ کون لوگ ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ تمہاری اولاد ہیں، حضرت آدم علیہ السلام نے ان میں سے ایک مرد کو دیکھا جس کی دونوں آنکھوں کے درمیان چمک دمک حضرت آدم علیہ السلام کو اچھی لگی، حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا: اے میرے رب یہ کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ آخری امت کا ایک آدمی ہے جسے یہ داؤد کہتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب تو نے اس کی کتنی عمر بنائی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ساٹھ سال، حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: اے رب میری عمر میں چالیس سال بطورِ اضافہ اس کی عمر میں داخل کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب حضرت آدم علیہ السلام کی عمر پوری ہوگئی (مگر وہ چالیس سال جسے ہبہ کر دینے کے باوجود اپنی عمر کا بقیہ حصہ سمجھے تھے) تو حضرت آدم علیہ السلام کے پاس ملک الموت آئے، حضرت آدم علیہ السلام نے اس سے کہا کیا میری عمر کے چالیس سال باقی نہیں ہیں؟ ملک الموت نے کہا آپ نے اپنے بیٹے حضرت داؤد علیہ السلام کو وہ حصہ ہبہ نہیں کر دیا؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حضرت آدم علیہ السلام نے انکار کر دیا۔ اب ان کی اولاد بھی انکار کرتی رہتی ہے اور حضرت آدم علیہ السلام بھولے تو آپ کی اولاد بھی احکامِ الٰہی کو بھولتی رہتی ہے۔

عَنْ أَبِی الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ حِيْنَ خَلَقَهُ فَضَرَبَ كَتِفَهُ الْيُمْنٰی فَأَخْرَجَ ذُرِّيَّةً بَيْضَاءَ كَأَنَّهُمُ الذَّرُّ وَضَرَبَ كَتِفَهُ الْيُسْرٰی فَأَخْرَجَ ذُرِّيَّةً سَوْدَاءَ كَأَنَّهُمُ الْحُمَمُ فَقَالَ لِلَّذِیْ فِیْ يَمِيْنِهِ إِلَی الْجَنَّةِ وَلَا أُبَالِیْ وَقَالَ لِلَّذِیْ فِیْ كَفِّهِ الْيُسْرٰی إِلَی النَّارِ وَلَا أُبَالِیْ۔ (رواہ احمد، مشکوٰۃ، کتاب الایمان فی القدر)[21]

حضرت ابودرداء سے مروی ہے کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا یعنی عالمِ موجودات کی جس خاص ساعت میں ان کو پیدا کیا توان کے داہنے کندھے پر اپنے دستِ مبارک قدرت سے ایک ضرب لگائی پس ان کی ذریت بیضا (سپید ونورانی نسمات انسانیہ) کو باہر لاکر آدم کے روبرو چیونٹیوں کی طرح نمایاں کردیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے ان کے بائیں کندھے پر ضرب لگائی توان کی ذریت سوداء (یعنی کالی کلوٹی کوئلے کی طرح سیاہ انسانی جانوں کو) آدم کے سامنے نکال کررکھ دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے دائیں جانب والی ذریتِ آدم سے کہا جنت کی طرف اور میں کچھ پرواہ نہیں کرتا اور بائیں جانب والی ذریتِ سواء سے کہا کہ

21:مسند الإمام احمدبن حنبل،مسند القبائل،ومن حديث أبی الدرداء عويمر رضی اللّٰه عنه،رقم الحديث ٢٨٢٥٠، ١١/٣٠٧،دارالكتب العلمية بيروت

مشكاة المصابيح، المجلد الأول، كتاب الايمان،باب الايمان بالقدر، الفصل الثالث،رقم الحديث ١١٩،ص٤٢،المكتب الاسلامی،بيروت

دوزخ کی طرف اور میں کچھ پرواہ نہیں کرتا۔

فائدہ ﴾مذکورہ بالا دونوں حدیثیں ہمارے سامنے اس حقیقت کو واضح کرتی ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد اِن کی اولاد کی ایسے ہیئت کذائیہ نہ تھی جو ڈارون کا نظریہ ہے اور وہ سراسر غلط اور مضحکہ خیز بھی ہے۔

اب فقیر حضرتِ انسان میں اللہ تعالیٰ نے جو کمالات رکھے ہیں وہ عرض کرتا ہے تاکہ یقین ہو کہ بندر کی اولاد بننے کے شوقین اپنی عقل کا علاج کرائیں کہ کہاں حضرتِ انسان کے کمالات اور کہاں بوزینہ بیکار۔

پشتِ آدم ذرات کی وضاحت ﴾پشتِ آدم میں تمام اولاد کے وہ لطیف اجزاء تھے جو پیدائش کے بعد اس کی ریڑھ کی ہڈی کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور وہی اس کے اجزائے اصلیہ کہلائے جاتے ہیں نہ صرف آدم علیہ السلام بلکہ ہر باپ کے صلب میں اس کی اولاد کے ایسے ہی لطیف اجزائے بدنیہ موجود ہوتے ہیں جو اس سے منتقل ہو کر اس کی نسل کہلاتی ہے۔ اولاد کے ان ہی اجزائے جسمیہ کا باپ کے اصلاب میں پایا جانا، باپ بیٹے کے درمیان ولدیت اور ابنیت کے رشتہ کا سنگِ بنیاد اور سببِ اصلی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں قیامت تک پیدا ہونے والی اولاد کے اجزائے اصلیہ رکھ دیئے۔ یہ اجزاء روح کے اجزا نہیں نہ روح کے کُل ہیں کیونکہ ایک بدن میں ایک ہی روح سما سکتی ہے، ایک سے زیادہ بدن میں روح کا پایا جانا بداہۃً[22] ہے یونہی آدم علیہ السلام کی پشت میں

22: صریحی طور پر

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی روحِ مبارکہ نہیں رکھی گئی تھی بلکہ جسمِ اقدس کے جوہر لطیف کی نورانی شعاعیں رکھی گئی تھیں جونورِ ذاتِ محمدی کی شعاعیں تھیں۔

ارواحِ بنی آدم کا ان کے آباء کے اصلاب میں نہ رکھا جانا صحیحین کی اس حدیث سے ثابت ہے جس میں ہے کہ استقرارِ حمل سے چار مہینے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو چار باتیں لکھنے کے لئے بھیجتا ہے اور چار باتیں لکھ دیتا ہے اس کا عمل، عمر، رزق اور دوزخی یا جنتی ہونا، پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔[23]

فائدہ ثابت ہوا کہ اولاد کی روحیں باپ کے صلب میں نہیں رکھی جاتیں بلکہ شکمِ مادر میں پھونکی جاتی ہیں۔

سوال تفاسیر میں ہے کہ عالمِ ارواح میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت مبارکہ سے ان کی قیامت تک پیدا ہونے والی تمام اولاد کو باہر نکال کر ان سے اپنی ربوبیت کا عہد لیا تھا۔ معلوم ہوا کہ تمام بنی آدم کی ارواح حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں تھیں۔

جواب پشتِ آدم علیہ السلام سے اِن کی اولاد کی ارواح نہیں نکالی گئی تھیں بلکہ ان کے وہ اشخاصِ مثالیہ تھے جو مثالی صورتوں میں ان کی پشتِ مبارکہ سے بقدرتِ ایزدی ظاہر کئے گئے تھے کیونکہ ہم ابھی حدیثِ صحیحین سے ثابت کر چکے ہیں کہ ماں کے پیٹ میں نفخ روح کیا جاتا ہے۔

23:صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ، رقم الحدیث ۳۲۰۸، ۲/ ۴۲۴، دار إحیاء التراث العربی بیروت

انسان کی شان

انسان ایک چھوٹا سا مجموعہ ہے لیکن جملہ کائنات کا مجمع ہے، دنیا و مافیہا کی تمام چیزیں اس میں موجود ہیں۔ پانی کا حوض، ہوا کا گھر، آگ کی جگہ اور مٹی، یہ چاروں چیزیں باہم متضاد ہیں لیکن انسان بیک وقت اور یکجا ایک موجود ہیں جس میں اِن چاروں کو جمع کیا گیا ہے۔

انسان کا معدہ چکی کی طرح چل رہا ہے، کیلوس میں غذا صاف ہو کر جگر میں جاتی ہے اور جگر سے قلب، مثانہ، تلی وغیرہ میں تقسیم ہو جاتی ہے، پھر جسم میں بذریعہ باریک باریک نالیوں کے پہنچتی ہے غرضیکہ انسان میں مختلف مشین کام کر رہی ہیں، کوئی مشین غذا دفع کر رہی ہے، کوئی کھینچ رہی ہے اور کوئی صاف کر رہی ہے۔ صانع حقیقی نے اس مشین کے بعض پُرزے ایسے باریک بنائے ہیں کہ خوردبین کے بغیر نظر نہیں آتے۔ سب سے نازک تر آنکھ کے پردے اور جھلیاں ہیں جو ایسے لطیف ہیں کہ انہیں معمولی بھی صدمہ پہنچے تو بینائی میں فرق آجاتا ہے۔

یونہی رحمِ مادر قدرت کی ایک عجیب صنعت ہے کہ انسان کا مادۂ منویہ رحم میں رکھا جاتا ہے جہاں کئی انقلابات کے بعد ایک حَسین وجمیل شکل لے کر انسان دنیا میں قدم رکھتا ہے۔ پھر خوبی یہ ہے کہ ہر ایک کی شکل علیحدہ علیحدہ ہے، ایک شکل دوسری شکل سے نہیں ملتی، مزاج جدا جدا ہیں اور ہر ایک کی قسم الگ ہے۔

آنکھ کو دیکھ لیجئے کہ ایک لمحہ میں دور کی چیز کو دیکھ کر انسان کے دل میں القاء کر دیتی ہے، یونہی کان باریک سے باریک آواز سن کر انسان کو آگاہ کر دیتا ہے، یونہی

ناک ہر قسم کی بُو سونگھ کر آدمی کو مطلع کرتی ہے۔ زبان ہر چیز کا مزہ چکھ کر بتاتی ہے اور بولتی بھی ہے۔ ہاتھ وزنی سے وزنی باریک سے باریک چیز کو چھو لیتے ہیں اور اُٹھا لیتے ہیں۔ پاؤں دور ونزدیک تک چل کر پہنچ جاتے ہیں۔ دماغ غور وفکر کرنے کی خدمت سرانجام دیتا ہے۔ دل جذبات وغصہ، شہوت، خوشی، محبت، نفرت، نیکی بدی کا مخزن ہے۔ پھر اِن عناصرِ اربعہ وحواسِ خمسہ کے مجموعہ انسان کو قوتِ ارادی ودیعت کی گئی اوراس پر طُرَّہ یہ کہ اِسے اختیار بھی دیا گیا۔

اس سارے مجموعہ کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اوراس کی ہر چیز کا چلانے والا وہی ربِ دوجہاں ہے اور وہی اس کا نگہبان ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ کسی کا محتاج ہے۔

بیشمار ملائکہ خدام انسان کے ہر شعبہ زندگی کے لئے ہر شعبہ کے لئے علیحدہ علیحدہ بیشمار ملائکہ انسان کی خدمت کے لئے مقرر کر رکھے ہیں۔ حضرت امام غزالی قدس سرہٗ نے ایک مختصر سا خاکہ احیاء العلوم میں پیش فرمایا ہے۔ فقیر یہاں بطورِ نمونہ صرف غذا کے ایک شعبہ کا عرض کرتا ہے:

غذائے انسانی کو جسمِ انسانی کا جزو بنانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کئی فرشتے مقرر فرما رکھے ہیں جس طرح گندم خود بخود پس نہیں سکتی، خود بخود آٹا بن کر خود بخود گندھ کر خود بخود پکی پکائی روٹی نہیں بن سکتی، اسی طرح یہ خود بخود گوشت وخون بھی نہیں بن سکتی بلکہ گندم سے روٹی بننے تک کئی کاریگروں کا دخل ہوتا ہے۔ اس طرح روٹی سے خون وگوشت بننے تک بھی کئی کاریگروں کا دخل ہوتا ہے۔ پہلے کاریگروں

کا نام انسان ہے اور دوسرے کا فرشتے۔ چنانچہ پہلا فرشتہ غذا کو مقامِ حرارت تک پہنچاتا ہے، دوسرا فرشتہ اسے اس مقام پر روکے رکھتا ہے، تیسرا فرشتہ اسے خون کی شکل میں لے آنے کی خدمت سرانجام دیتا ہے، چوتھا فرشتہ اس کے فضلہ کو الگ کر دیتا ہے، پانچواں فرشتہ اس خون کو اس کے مناسب مقام پر پہنچاتا ہے مثلاً جتنا خون ران کے لئے درکار ہے اتنا ہی ران میں اور جتنا ناک کے لئے درکار ہے اتنا ہی ناک میں پہنچاتا ہے اور اگر یہ فرشتہ نہ ہو اور ران کے مطابق خون ناک کی طرف چلا جائے اور ناک کا خون ران کی طرف تو ران خشک ہو جائے اور ناک بہت بڑھ جائے، حسبِ ضرورت خون کی تقسیم اِسی فرشتے کے سپرد ہے، نیز یہ فرشتہ اِس امر کا بھی لحاظ رکھتا ہے کہ خون کا سخت حصہ ہڈیوں کو، نرم حصہ گوشت کو، غلیظ حصہ رانوں کو، لطیف تر حصہ آنکھوں کو پہنچے، نہ یہ کہ لطیف تر حصہ رانوں کو اور غلیظ تر حصہ آنکھوں کی طرف چلا جائے، اگر ایسا ہو تو صورت بگڑ جائے۔ غور کیجئے اگر غذا پیٹ میں ایک ہی مقام پر رُکی رہے اور یہ فرشتے اپنا اپنا کام نہ کریں تو انسان کا پیٹ تو بڑھتا رہے مگر اس کے ہاتھ، پیر، کان، آنکھیں اور منہ ویسے کے ویسے ہی رہیں جیسے پیدائش کے وقت تھے۔

فائدہ﴾ علامہ قزوینی یہ مضمون لکھ کر فرماتے ہیں کہ:

اے غافل انسان ”فهم مشتغلون بك وانت فی النوم“[24]

24: عجائب المخلوقات والحیوانات وغرائب الموجودات، النظر الثانی عشر فی سکان السموات وهم الملائکة، ص٦٣، مؤسسة الأعلمی للمطبوعات، بیروت، لبنان

﴾کمالاتِ آدمی﴿

آدمی اٹھارہ ہزار عالم کا نمونہ ہے ﴿ اللہ تعالیٰ نے حضرتِ انسان کی ابتدائی تخلیق ہی ایسے نرالے رنگ میں فرمائی ہے کہ اسے اٹھارہ ہزار عالم کا نمونہ پیش فرمایا ہے۔اسی لئے آدمی کو عالمِ صغیر کہا جاتا ہے،اس کی تفصیل طویل ہے۔مختصراً عرض کروں:

انسان کے جسم پر جب غور کیا جاتا ہے تو اس میں مختلف مناظر نظر آتے ہیں

مثلاً:

۱۔چار ارکان:مٹی،پانی،ہوا،آگ۔

۲۔چار طبائع(مزاج):یبوست(خشکی)،رطوبت(تری،نمی)،حرارت(گرمی)اور برودت(ٹھنڈک)

۳۔چار اخلاط:بلغم،صفرا،خون اور سودا۔

۴۔نو طبقات:سر،مونہہ،گردن،سینہ،پیٹھ،کمر،ران،پنڈلی اور پاؤں۔

۵۔مختلف ہڈیاں مختلف ستون ہیں۔

۶۔پٹھے رسیاں ہیں۔

۷۔آٹھ خزانے اور ان کی مختلف تھیلیاں:نخاع،پھیپھڑے،دل،جگر،تلی،معدہ، انتڑیاں اور گردے ہیں۔

۸۔راستے اور شارعِ عام رگیں ہیں۔

۹۔تین سو نوے(۳۹۰) وَرِیدیں نہریں ہیں۔

۱۰۔سات دروازے ہیں: آنکھیں،کان،ناک،پستان،مونہہ اور دوشرمگاہیں۔

☆انسانی جسم ایک انوکھا اور عجیب شہر ہے جس میں مختلف عمال اور پیشہ ور کام کرتے ہیں مثلاً:

☆معدہ ایک باورچی ہے جو کھانا پکاتا ہے۔

☆جگرایک عطار ہے جوغذا کے جوہر اور عرق بنا رہا ہے۔

☆پِتہ ایک حکیم ہے جو تیزاب ملا رہا ہے۔

☆انتڑیاں، جگر، گردے اور پھیپھڑے بھنگی اور جاروب کش ہیں جو جسم کے شہر کی گندگی اور گندے مواد فضلے، پسینے و پیشاب اور ہوا کی صورت میں نکال رہے ہیں اور جسم کی صفائی کرتے ہیں۔

☆جسم میں ایک ایسا کاریگر بھی ہے جو چیزوں کو آناً فاناً تبدیل کردیتا ہے۔خوراک کو خون اور خون کو گوشت میں تبدیل کردیتا ہے۔

☆ایک بھٹہ پکانے والا بھی ہے جو ہڈیوں کی اینٹیں پکاتا ہے۔

☆ایک جولاہا بھی ہے جو اعصاب اور جھلیاں بُن رہا ہے۔

☆ایک درزی بھی ہے جو جسم کے لباس کو سی رہا ہے یعنی جسم کے زخموں کو مندمل کررہا ہے۔

☆ایک رنگ ساز بھی ہے جو دانتوں اور ہڈیوں کو سفید رنگ چڑھا رہا ہے۔

☆ایک بڑھئی اور لوہار، سُنار اور موچی اور کیا کیا کاریگر لگے ہوئے ہیں جو عمارتِ جسم کو جوڑتے اور اس کی سخت ہڈیوں کے مقام پر چمڑے اور گوشت کے گدیلے سیتے اور اس کو خدوخال اور زیوراتِ حسن و جمال سے آراستہ و پیراستہ کرتے ہیں۔

☆انسانی جسم ایک چھوٹی کائنات ہے جس میں (۱) زمین گوشت اور پوست انسانی ہے (۲) پہاڑ ہڈیاں ہیں (۳) معاون جگر، دل، تلی، پتہ اور گردن ہیں۔ (۴) سورج اور چاند دل اور دماغ ہیں (۵) ستارے حواس، قویٰ مختلفہ، عقل، قوتِ متخیلہ اور حافظہ وغیرہ (۶) سمندر پیٹ (۷) دریا اور نہریں رگیں، شریانیں وغیرہ (۸) بلازور، انتڑیاں (۹) جنگل، بال (۱۰) میدان ماتھا اور پیٹھ (۱۱) ہوا، تنفس (۱۲) صبح کی روشنی خوشی اور مسکراہٹ (۱۳) رات کی تاریکی غم واندوہ (۱۴) بارش آنسو اور رونا (۱۵) موت، نیند اور جہالت (۱۶) زندگی بیداری وعلم (۱۷) موسمِ بہار، بچپن (۱۸) گرمی، جوانی (۱۹) خزاں وسردی، بڑھاپا (۲۰) رعدوبرق، غصہ۔

☆انسان میں جملہ حیوانات کیا چرند اور کیا پرند، سب جمع ہیں۔

(☆) بہادری اس کی شیر ہے (☆) بزدلی، خرگوش (☆) مکروفریب، اُس کی لومڑی ہے (☆) سادہ لوحی بھیڑ (☆) تیز خرامی ہرن (☆) سستی کچھوا (☆) سرکشی چیتا (☆) گویاپن، بلبل (☆) بدآوازی گدھا (☆) نفع رسانی مرغی (☆) ضرررسانی چوہا (☆) وفاداری گھوڑا (☆) مردم آزاری سانپ (☆) زینت اس کی مور (☆) خودفراموشی اُلو۔ اسی طرح تمام جانور انسان میں موجود ہیں۔

☆ نیک اعمال اور اوصافِ حمیدہ کی صورت میں انسان کے اندر ملائکہ جمع ہیں اور بداعمالیوں اور بُرے اخلاق کے باعث انسان کے اندر سارے شیاطین جمع ہیں، غرض انسان ساری کائنات کا ایک مکمل ماڈل اور نمونہ ہے۔

انسان میں ایک جہاں آباد ہے ❁ انسان کی

ولادت طلوعِ قمر کی مانند ہے اور موت اس کی مثل غروبِ قمر کے ہے، جسم اس کا زمین کی مثل ہے اور ہڈیاں اس کی مثل پہاڑوں کے ہیں، ہڈیوں کے مغز مثل دفینوں کے ہیں، رَگیں مثل نہروں کی ہیں اور بال مثل درختوں کے ہیں، چہرہ اس کا مشرق اور پشت مغرب، دائیں طرف اس کے جنوب اور بائیں شمال ہے۔ سانس اس کی ہوا ہے ،غصہ اس کا بادل ہے اور بولنا رعد ہے، ہنسنا اس کا بجلی ہے اور رونا و پسینہ اس کا بارش ہے، نینداس کی مثل موت کے ہے اور جاگنا مثل زندگی کے ہے۔

فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِیۡنَ○[25]

ترجمہ کنزالایمان: تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورج کو روشنی دی اور چاند کو نور بخشا، ظلمت کو رات دی، لطائف ہوا کو اور کثافت پہاڑوں کو دی اور پانی کو رقت بخشی۔ اسی طرح فرشتوں کو نور بخشا، حوروں کو روشنی دی، مغروروں کو ظلمت اور دلوں کو رقت، لطافت جنوں کو بخشی اور کثافت چوپایوں کو، پھر یہ سب چیزیں انسان میں جمع فرمادیں اور اس طرح کہ نور آنکھوں کو بخشا اور روشنی چہرے کو دی، زینت بالوں کو بخشی اور لطافت روح کو دی۔ کثافت دل کو دی اور رقت دماغ کو دی اور جب سب کو اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ فرما کر انسان کو فرمایا:

فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِیۡنَ○[26]

ترجمہ کنزالایمان: تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا ہے۔

25:المؤمنون:۲۳/۱۴ 26:المؤمنون:۲۳/۱۴

صوفیہ کرام ❁صوفیہ کرام فرماتے ہیں انسان عجم ہے جملہ ''تِلُکم'' (آڑ) ہے، جس طرح درخت اجمالاً موجود ہے ایسے ہی انسان میں سارے علوم نمودار ہیں۔ چنانچہ ان کے نزدیک جسم عرشِ رحمٰن ہے اور نفس کرسی ہے، دل بیت المعمور ہے اور دل کے سات لطیفے، جنت کے سات طبقے ہیں۔ روحانی ملائکہ اور دونوں آنکھیں اور دونوں کان اور دونوں ناک کے سوراخ اور دونوں سبیل اور دونوں پستان اور ناف اور منہ، بارہ بروج اور قوۃ باصرہ (دیکھنے کی قوت) وسامعہ (سننے کی قوت) وذائقہ وشامۃ ولامسہ (چھونے یا مس کرنے کی قوت) وناطقہ وعاقلہ، سبع سیارہ کی طرح ہیں۔ انسان میں تین سو ساٹھ جوڑ رکھے گئے گویا تین سو ساٹھ دن ہیں اور انسان کے منہ کے اٹھائیس مخرج جن سے حروف ادا ہوتے ہیں گویا چاند کی ۲۸ منزلیں ہیں۔

جیسے دنیا میں زمین، پہاڑ اور معادن (کانیں) دریا، نہریں، نالے، کھالے نالیاں ہیں اسی طرح انسانی جسم گویا زمین ہے اور ہڈیاں پہاڑوں کی طرح اس کی میخیں ہیں اور ہڈیوں کا مغز گویا کانیں، پیٹ دریا، انتڑیاں نہریں، رگیں نالیاں ہیں، چربی گویا کیچڑ ہے، بال گویا نباتات ہے، پشت گویا جنگل ہے، سانس گویا کلام، گرج آواز بجلی، گریہ زاری بارش، اور خوشی دن ہے، رنج وغم رات، نیند موت ہے، بیداری زندگی، پیدائش ابتدائے سفر ہے، بچپن موسمِ بہار، جوانی موسمِ گرما، بڑھاپا سردی اور موت انتہائے سفر ہے۔ عمر کے سال مختلف شہر ہیں، مہینے منزلیں ہیں، ہفتے گویا راستے کے کوس، دس گویا ملیں، سانسیں قدم۔ ہر سانس پر انسان زندگی کا ایک قدم چلتا ہے، روزانہ دن میں بارہ ہزار سانس لیتا ہے، رات میں بارہ ہزار۔ قیامت میں ہر اس

سانس پر ندامت ہوگی جو غفلت میں گزرے، یہ تو اعضائے بدن کا ذکر تھا۔

پھر صفاتِ انسانی کو دیکھو تو معلوم ہوگا مخلوقات کا جامع انسان ہے۔ معرفتِ الٰہی اور صفائی کے لحاظ سے فرشتہ ہے اور مکر و کدورت کے لحاظ سے شیطان ہے، ہمت و بہادری کے لحاظ سے شیر ہے، جہل میں جانور ہے، تکبر اور تیزی میں چیتا ہے، غصہ و فساد میں بھیڑیا ہے، صبر میں گدھے کی طرح ہے اور شہوت میں چڑیا کی طرح ہے، بخل میں کتا، خیانت میں سور ہے، کینہ میں سانپ کی طرح ہے، بُردباری میں اونٹ ہے، سخاوت میں مرغ ہے، کاریگری میں اُلو کی طرح ہے اور تواضع اور چاپلوسی میں بلی کی طرح ہے، ہمت میں باز ہے، صبح اُٹھنے میں کوے کی طرح ہے۔ ان تمام پر طُرّہ یہ ہے کہ صاحبِ عقل و نظر ہے۔ یہ تمام رب کی وہ نشانیاں ہیں جو نفسِ انسان میں نظر آرہی ہیں۔

فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ○[27]

ترجمہ کنز الایمان: تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا ہے۔

نوٹ: یہ صرف چند نمونے عرض کئے ہیں ورنہ تفصیل کے لئے دفاتر درکار ہیں۔

سورۃ الرحمن

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو ایسی صورت بخشی ہے جس کی مثال چودہ طبق میں نہیں۔ خود فرماتا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ○[28]

27:المؤمنون:١٤/٢٣ 28:التین:٤/٩٥

ترجمہ کنزالایمان: بیشک ہم نے آدمی کواچھی صورت پر بنایا۔

حضرت یحییٰ بن اکثم قاضی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یونہی استدلال فرمایا ہے چنانچہ حکایت ذیل شاہد ہے:

حکایت خلیفہ منصور کے زمانہ میں ایک شخص کواپنی بیوی سے بڑی محبت تھی۔ اس نے ایک روز فرطِ محبت میں آکراپنی بیوی سے یوں کہہ دیا کہ تواگر چاند سے زیادہ خوبصورت نہ ہوتو تجھ پر تین طلاق۔ بیوی نے اُس سے پردہ کرلیااور کہا کہ تو نے مجھے طلاق دے دی ہے اب میں تمہارے سامنے نہیں آسکتی۔خاوند بڑاحیران وپریشان ہوا کہ میں یہ کیا کہہ بیٹھااوراب کیا ہوگا۔ساری رات وہ اسی فکر میں رہااورصبح خلیفہ منصور کے پاس آیااوراپنا قصہ بیان کر کے کہنے لگا کہ کوئی صورت نکالیئے تاکہ میری بیوی پر طلاق واقع نہ ہو۔خلیفہ نے علماء کو بلایا اور یہ مسئلہ دریافت کیا توسب نے بتایا کہ عورت پرطلاق ہوگئی مگرایک فقیہ عالم نے اس کے برعکس یہ فتویٰ دیا کہ طلاق واقع نہ ہوئی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے خودفرمایا ہے:

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ ۝[29]

ترجمہ کنزالایمان: بیشک ہم نے آدمی کواچھی صورت پر بنایا۔

اس آیت میں تصریح ہے کہ انسان تمام اشیاء سے حَسین تر ہے، اس سے بڑھ کرحَسین اورکوئی نہیں۔[30]

29:التین:۹۵/٤

30:تفسیر روح البیان،تفسیرسورۃ التین،۱۰/٤٦٨،دارإحیاء التراث العربی بیروت

تو اس ارشاد کے پیشِ نظر انسان چاند سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔ خلیفہ منصور اس جواب سے بہت خوش ہوا اور خاوند کو اس کی بیوی کے پاس بھیج دیا۔[31]

دوسرے مقام پر فرمایا ہے:

وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ۔[32]

اور تمہاری تصویر کی تو تمہاری صورتیں اچھی بنائیں۔

اسی لئے صوفیہ کرام نے فرمایا کہ انسان اللہ تعالیٰ کا مظہر الکمال والجلال والجمال ہے۔

اس کے متعلق حدیث شریف سے تائید ہوتی ہے۔

حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ

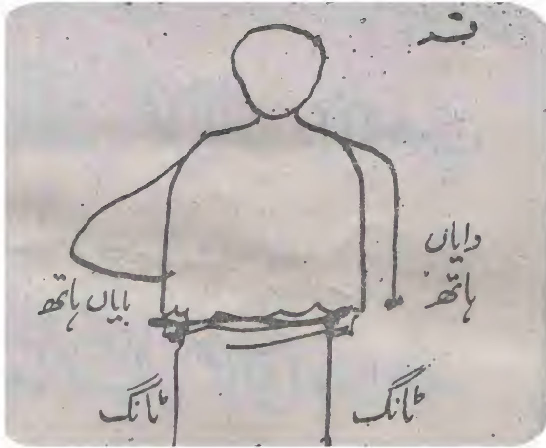
یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت یعنی اپنی صفات پر پیدا فرمایا ہے۔

شرح الحدیث اس حدیث کی تاویل میں محدثین کرام نے متعدد تقاریر بیان فرمائیں۔ سب سے زیادہ آسان اور ہمارے موضوع کے مطابق یوں ہے کہ ''صُوْرَتِهٖ'' کی ضمیر لفظ اللہ کی طرف راجع ہے''رویت'' اللہ کی طرف۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہر صورت سے پاک ہے البتہ لفظ اللہ کی صورت ہے اور وہی صورت حضرتِ

31: حیاۃ الحیوان الکبری، ذکر الانسان، ۱/۱۳۸، دارالبشائر دمشق

32: المؤمن: ۶۴/۴۰

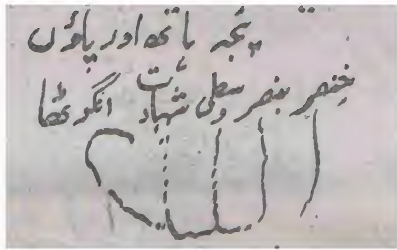
انسان کی ہے مثلاً دائیں ہاتھ کو لٹکائیں، بائیں ہاتھ کو جسم سے ملائیں تو صاف نظر آئیں گا



''اللّٰہ''

اس میں لفظ اور واضح اور صاف ہے۔اس لئے حدیث شریف میں چہرہ کی بے حرمتی کی ممانعت اور اس کی فوٹو اتارنے سے روکا گیا ہے، تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ ''اسوء التعزیر فی تصویر التصویر''

خنصر (چھوٹی انگلی) علیحدہ رکھیں، بنصر اس کے ساتھ والی انگلی، وسطی درمیانی انگلی اور شہادت کی انگلی تینوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیں، انگوٹھے کو شہادت والی انگلی سے ملائیں تو صاف ہے



''اللّٰہ''

نکتہ ﴿انسانی ڈھانچہ مذکورہ پر اگر سر نیچے کیا جائے تو صورت محمد بن جاتی ہے اور نماز کے ارکان رکوع، سجود میں تو خصوصاً نقشہ محمد ہی ہوتا ہے۔ اس کے متعلق مزید تفصیل و تحقیق فقیر کی کتاب ''شہد سے میٹھا نامِ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)'' میں پڑھیئے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نیند کرتے وقت محمد کے نقشہ پر آرام فرماتے اور دونوں ہاتھ کی انگلیوں کو لفظ اللہ کے مطابق بنا کر سوتے، تفصیل دیکھئے فقیر کی ''شرح حدائق بخشش''

توھی تو ﴿انسان کو اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اللہ لفظ کے نقش پر بنایا بلکہ کُل کائنات کا ہر پرزہ اس میں فٹ فرمایا، کسی نے کیا خوب فرمایا ہے:

زمین و آسمان و عرش و کرسی
ہمہ در تست تو از کے پرسی

ترجمہ: زمین وآسمان اور عرش وکرسی سب تیرے ہیں پھر یہ راز تو کس سے

پوچھے گا۔

یہی وجہ ہے کہ خالقِ کائنات زمین و آسمان، عرش و کرسی اور کُل کائنات میں نہیں سما سکتا لیکن مومن کے دل میں سما جاتا ہے۔

ایک انسان مشکل سے اس بات کا تصور اور یقین کر سکتا ہے کہ انسان کے اس چھوٹے سے جسم میں اس قدر کائنات کیونکر آ سکتی ہے لیکن جب ہم آم کی گٹھلی کو دیکھتے ہیں تو بڑی مشکل سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اس چھوٹی سے گٹھلی میں سے اس قدر اونچا تناور درخت بمعہ بڑی بڑی شاخوں، ٹہنیوں، پتوں اور پھل وغیرہ کے پیدا اور ہویدا (ظاہر) ہو سکے گا۔ انسان بغیر تربیتِ باطنی بالکل ہیچ اور ناچیز ہے اور تربیتِ باطنی اور روحانی پرورش سے بہت بڑی چیز ہے بلکہ سب کچھ بن سکتا ہے اور اس کے اندر جو شہر اور کائنات بس رہی ہے ظاہر ہو جاتی ہے۔

اس طرح انسان کا جسمِ عنصری تمام کائنات کا خاصہ، خلاصہ، نمونہ، ماڈل اپنے اندر لئے ہوئے ہے اور اگر وہ زندہ ہو جائے تو اس کے تناور شجر کی شاخیں تمام کائنات میں پھیل جاتی ہیں بلکہ وہ تمام کائنات کی روح اور جانِ جہان بن جاتا ہے۔

انسانی جسم بیشمار خلیوں سے مرکب ہے اور پھر ہر خلیہ بجائے خود ایک انسانی ماڈل اور نمونہ ہے اور اگر ہر خلیہ زندہ ہو جائے تو ہر خلیے کے اندر پانچوں انسانی حواس نمودار ہو جاتے ہیں اور اس قسم کے تجربے اور مشاہدے اب دنیا میں عام پائے جاتے ہیں کہ بعض لوگوں کی آنکھیں بند کر کے ان پر پٹی باندھ دی جاتی ہے لیکن وہ جسم کے دوسرے حصے مثلاً ماتھے یا دیگر عضو اور جسم کے دوسرے حصے سے دیکھ سکتے ہیں اور بیرونی اشیاء کو محسوس اور معلوم کر سکتے ہیں۔

اس طرح انسان تمام کائنات کا ایک مکمل ماڈل (نمونہ) اور خلیہ ہے اور تمام کائنات کی اشیاء میں اس قسم کی ایک مناسبت اور مجانست ومماثلت پائی جاتی ہے اور یہی توحید کی بنیاد ہے۔

قرآن گواہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَفِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ○[33]

کنزالایمان: اور خود تم میں تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں۔

حضرت صدرالافاضل خزائن العرفان میں اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں: اور تمہاری پیدائش میں اور تمہارے تغیرات میں اور تمہارے ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ایسے بیشمار عجائب وغرائب ہیں جس سے بندوں کو اس کی شانِ خدائی معلوم ہوتی ہے۔

شیخ محدّث دھلوی قدس سرہ کی تقریر دلپذیر

إن اللہ خلق آدم علی صورتہ

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔

حدیث نقل کر کے بہترین تقریر فرمائی ہے۔

آپ نے اس حدیث کو نقل فرما کر ''صورتہ'' کی تفسیر فرمائی ہے ''اے علیٰ صفاتہ ''یعنی صورت سے یہاں مراد صفت ہے جیسے کہ کہا جاتا ہے ''صورت مسئلہ ایں

33: الذریت: ۲۱/۵۱

است'' تو گویا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صفات پر پیدا فرمایا۔[34]

مظہر صفات چنانچہ آدمی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات پر کس طرح پیدا فرمایا اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیے: اللہ تعالیٰ کی ایک صفت حی بھی ہے یعنی وہ زندہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے آدمی کو بھی زندگی دی اور اسے صفت حی سے موصوف فرمایا، اللہ تعالیٰ کی ایک صفت سمیع بھی ہے یعنی وہ سننے والا ہے تو اللہ تعالیٰ نے آدمی کو سماعت عطا فرمائی اور اسے بھی سمیع پیدا فرمایا، اللہ تعالیٰ کی ایک صفت بصیر بھی ہے یعنی وہ دیکھنے والا ہے تو اللہ تعالیٰ نے آدمی کو بصارت دی اور اسے بھی بصیر پیدا فرمایا، اللہ تعالیٰ کی ایک صفت متکلم بھی ہے یعنی وہ کلام فرمانے والا ہے تو اللہ تعالیٰ نے آدمی کو بھی متکلم فرمایا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے مالک ومختار، عالم، دانا، حاکم وحکیم بھی اس کی صفات ہیں تو اللہ نے آدمی کو بھی ان اوصاف سے موصوف فرمایا اور اسے بھی ملک واختیار، حکم وحکمت، علم ودانش عطا فرمایا گویا خدا نے اپنی صفات کی جھلک سے انسان کو منور فرمایا ہے۔ انسان بے جان پر اللہ تعالیٰ کی صفت حی کی جھلک پڑی تو وہ زندہ ہوگیا، اس کی صفت سمیع کی جھلک پڑی تو وہ سننے والا ہوگیا، اس کی صفت بصیر کی جھلک پڑی تو وہ دیکھنے والا ہوگیا اور اس میں یہ حکمت ہے کہ انسان سمجھے اور سوچے کہ جب میں مخلوق ہوکر زندہ، سننے والا، دیکھنے والا، کلام کرنے والا، علم ودانا اور مالک و

34:اشعة اللمعات ترجمه مشكوٰة، كتاب الآداب، باب السلام، فصل ١، ٤ /٣،مكتبه رشيديه سركی روڈ، كوئٹه (بلوچستان)

مختار ہوں تو میرا خالق بھی ضرور حی، سمیع، بصیر، متکلم، عالم اور مالک و مختار ہے۔

بے مثل اس سے آگے بڑھئے تو خدائے وحدہ لاشریک نے انسان پر اپنی وحدت کی جھلک بھی ڈالی ہے۔ دیکھ لیجئے جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ اپنی شکل الگ ہی لے کر آتا ہے، کروڑوں انسان پیدا ہوئے مگر یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک ظاہری کرشمہ ہے کہ ہر آدمی کی شکل دوسرے کی شکل سے ممتاز ہوتی ہے اور اس طرح قیامت میں جو آدمی بھی پیدا ہوگا اپنی نئی ہی شکل میں پیدا ہوگا اور نہ صرف شکل ہی بلکہ ہر شخص کی آواز بھی دوسروں کی آواز سے ممتاز ہوتی ہے اور اسی طرح غور کیجئے ہر شخص کے انگوٹھے کا نشان دنیا بھر کے انسانوں کے انگوٹھوں کے نشانات سے ممتاز ہوتا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتو بجائے دستخطوں کے انگوٹھوں کے نشانات کا فائدہ نہ ہوتو گویا ہر آدمی اپنی شکل میں بے مثل ہوتا ہے اور اگر انسان اسی ایک نقطہ پر غور کرے تو اسے اقرار کرنا پڑے گا کہ جب میں مخلوق ہو کر اس بے مثلیت کا حامل ہوں تو میرا خالق کیوں وحدہ لاشریک نہ ہوگا۔

محبوبِ خدا ﷺ مقامِ غور ہے کہ عام مخلوق کی بے مثلیت کا یہ عالم ہے تو جو ہستی خاص محبوبِ خدا تشریف لائی ہے اور جسے خدا نے نہ صرف عوام میں سے بلکہ گروہِ انسانی میں سے بھی چن لیا ہے ان کی بے مثلیت کا کیا عالم ہوگا اور کیوں نہ بال بال شریف بے مثل ہوگا اور کیوں نہ ان کا وجود باوجود متمع النصر ہوگا۔

اب اندازہ کیجئے اس گمراہ کی حماقت و گمراہی کا جو محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی مثل جانتا ہے اور اس امر پر بضد ہے کہ دوسرے بھی اس کی مثل حضور کو اپنی مثل کہہ کر اس کی مثل احمق و گمراہ ہوجائیں۔

مشرک گر مذکورہ بالا تفصیل کے بعد یہ سمجھ لیجئے کہ اہلسنّت اپنے آقا و مولا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جو مالک و مختار، متصرف فی العالم اور ما کان و ما یکون کا عالم جانتے و مانتے ہیں وہ اسی حیثیت سے ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہرِ اتم ہیں، اللہ تعالیٰ ہی کی عطا سے آپ مالک بھی ہیں اور مختار بھی ہیں اور اسی کے دیئے سے آپ متصرف فی العالم بھی ہیں اور عالمِ اسرار بھی اور اگر یہاں یہی رٹ رٹی جائے کہ نہ صاحب نہ مالک تو اللہ ہی ہے مختار تو وہی ہے، متصرف و عالم تو اسی کی ایک ذات ہے اس لئے کسی نبی ولی کو مالک و مختار وغیرہ کہنا شرک ہے تو پھر ہم ان مشرک گر افراد سے یہ کہیں گے کہ صاحب حی تو اللہ ہی ہے، سمیع تو اللہ ہی ہے، بصیر تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، متکلم تو صرف اللہ ہی ہے پھر آپ اپنے آپ کو زندہ کیوں کہتے ہیں، گلا گھونٹئے اور مر جایئے، آپ سمیع کیوں بنتے ہیں؟ کانوں میں سیسہ ڈلوایئے اور بہرے بن جایئے، آپ بصیر کیوں کہلواتے ہیں؟ آنکھیں پھوڑ ڈالیے اور اندھے ہو جایئے، آپ کلام کرنے والے کون؟ زبان کٹوا دیجئے اور گونگے بن جایئے اور پھر ایک تختی پر یہ آیت لکھوا کر اپنے گلے میں ڈال لیجئے کہ ''صم بکم عمی فھم لا یرجعون''

مقربینِ حق تقاضائے عمل میں یہ ہے کہ جب عوام میں اِن صفاتِ حق کا پَرتو نظر آرہا ہے تو خواص میں تو خصوصیت سے اس انعام کی جلوہ گری ہونی چاہیے اور واقعہ بھی یہی ہے کہ مقربینِ حق نواز صفاتِ حق سے بہت زیادہ مُستَنیر (روشن، پُرنور) ہوتے ہیں اور ان کی یہ طاقتیں عوام سے بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ کسی

نورانی چیز سے جو چیز زیادہ قریب ہوگی وہ بانسبت دور کی چیز کے زیادہ روشن ہوگی۔ یونہی جو حضرات مقربینِ حق ہیں ان کی زندگی کی سماعت بصارت عوام سے بہت زیادہ قوتوں کی حامل ہوتی ہے حتیٰ کہ صفت ''سمعه الذی یسمع به ''اور''بصره الذی یبصر به '' کے مطابق ان کی سماعت وبصارت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ فرش پر تشریف فرما ہوتے ہیں، عرش کی آوازیں بھی سن لیتے ہیں اور دنیا کی ہر شے ان پر منکشف ہوجاتی ہے۔ چنانچہ سارے مقربین کے سردار جن کے صدقہ میں مقربین، مقربین ہوئے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: بچپن میں چاند کے زیر عرش سجدہ کرنے کی آواز سنتا تھا۔[35]

اور ساری دنیا کو میں اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی ہتھیلی کو۔[36]

کیوں صاحب جن کی سماعت کا یہ عالم ہو کہ عرش کی آواز کو بھی سن لیں کیا ان کے لئے لاہور، کراچی یا سیالکوٹ میں پڑھے ہوئے درود شریف ''الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ'' کی آواز کا سن لینا کچھ مشکل ہے، کیا آپ کا کراچی ولاہور عرش سے بھی آگے کا شہر ہے، کہاں عرش کی آواز اور کہاں فرش کی؟ جس مقدّس کانوں میں کروڑوں میل دور عرش کی آواز سن لینے کی طاقت ہے ''لاریب'' وہ کان چند ہزار میل

35:الخصائص الکبریٰ،باب مناغاته صلی اللّٰه علیه وسلم للقمر وهو فی مهده،۱/۹۱،دارالکتب العلمیة،بیروت

36:المواهب اللدنیة بالمنح المحمدیة،المقصد الثامن فی طبه صلی اللّٰه علیه وسلم وتعبیره الرؤیا وإنبائه بالمغیبات،الفصل الثالث فی إنبائه صلی اللّٰه علیه وسلم بالأنباء المغیبات،ماأخبربه صلی اللّٰه علیه وسلم من الغیوب،۳/۵۵۹،المکتب الاسلامی بیروت

دور فرش کی آواز بھی سن لیتے ہیں

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
ایسی کانِ سماعت پہ لاکھوں سلام

اور کیا جن کی نظروں میں دنیا مثل ہتھیلی کے ہے، اِن مقدّس نظروں سے آپ اوجھل رہ سکتے ہیں، کیا آپ دنیا سے خارج ہیں؟ نہیں بلکہ حقیقت یہی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نظروں سے کوئی چیز غائب نہیں۔

سرِ عرش پر ہے تیری گزر دلِ فرش پر ہے تیری نظر
ملکوتِ ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مقربینِ حق کے سردار ہیں جس قدر قربِ حق حضور کو حاصل ہے کسی کو نہیں "مع اللّٰہ وقت" کا ارشاد اس حقیقت پر شاہد ہے لہٰذا صفاتِ حق کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مظہر اتم ہیں اور ایسے مظہر کہ "ھو الاول والا خر والظاھر والباطن وھو بلکل شئی علیم"

یہ آیت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نعت بھی ہے جسے شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ابتداً مدارج شریف میں لکھا: ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اوّل بھی ہیں اور آخر بھی ہیں، باطن بھی اور ہر شے کے جاننے والے بھی ہیں۔[37]

پھونک قرآنِ پاک میں حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي" "اور اس میں اپنی طرف کی روح پھونکوں"

37: مدارج النبوت، ۲/۱، در مطبع فیض منبع منشی نول کشور بطبع بہار

مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا مقدس پتلا تیار کر کے اللہ تعالیٰ نے اس میں روح پھونکی تو خدا کی اس پھونک سے حضرت آدم علیہ السلام زندہ ہو گئے۔

آدمی زمین پر آنے سے پہلے

حضرت آدم علیہ السلام ہی زمین پر تشریف لائے ہیں، پھر ان کی اولاد پھیلی اس سے قبل انسان کا کوئی وجود نہیں تھا۔ اسے بندر کی اولاد بتانا پاگل پن ہے ہاں آدم علیہ السلام سے پہلے زمین پر جنات تھے۔ چنانچہ روح البیان میں ہے: جب اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو پیدا فرمایا تو ملائکہ وجنات بھی پیدا ہوئے، ملائکہ کو آسمان پر ٹھہرایا، جنات کو زمین پر۔

وہ زمین پر تقریباً ستر ہزار سال رہے پھر ان میں حسد اور بغاوت پھیلی اور لڑے مرے، ان کی طرف فرشتوں کو بھیجا جن کا امیر (لیڈر) ابلیس تھا (اس وقت اس کا نام عزازیل تھا) زمین پر اترتے ہی فرشتوں نے جنات کو شکست دی اور انہیں زمین سے نکال کر دریاؤں، پہاڑوں اور غاروں میں بھگا یا اور خود وہاں رہنے لگے۔[38]

ڈارون کے خیالات

جیسا کہ ڈارون کے خیالی ڈھکوسلے اوپر مذکور ہوئے ہیں کہ ڈھانچوں اور ہڈیوں سے تصور باندھا کہ وہ آدمی تھا، وہ آدمی نہیں جنات تھے جو زمین پر متشکل ہو کر رہتے تھے، ممکن ہے کہ ان کے چہرے مہرے بندروں جیسے ہوں۔ ڈراون نے انہیں آدمی بنا دیا حالانکہ کوئی آدمی اس وقت زمین پر تھا ہی نہیں بلکہ خود حضرت آدم علیہ السلام بھی زمین پر نہیں آئے تھے، ہاں زمین پر جنات ضرور تھے۔

38: تفسیر روح البیان، سورة البقرہ، آیت ۳۱، ۱/۹۲ و۹۳، دار إحياء التراث العربي بيروت

﴾مشورۂ خلافت﴿

جب جنات زمین پر بس رہے تھے اسی دوران اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت کا مشورہ لیا گیا وہ بھی ساٹھ ہزار سال پہلے کی بات ہے۔[39]

آدمی عالمِ ارواح میں ﴾امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح الصدور میں ابن قیم نے کتاب الروح میں لکھا ہے کہ اہلسنّت کا اجماع ہے کہ روح موت ہے اور مخلوق ہے، زندیقوں کے علاوہ اس میں کسی نے اختلاف نہیں کیا۔

ہاں اس میں اختلاف ہے کہ روح پہلے پیدا ہوئی یا جسم، بعض نے کہا کہ روح پہلے پیدا ہوئی اور یہی مذہبِ حق ہے۔

روح البیان میں ہے کہ عالمِ دنیا کی تخلیق سے اَسی (80) ہزار سال پہلے انسان کی تخلیق ہوئی اور یہ تخلیق اس کی روح کی ہے کیونکہ اس کے بعد عالمِ مثال ہے۔

ان دونوں علموں میں آدمی کے متعلق بندر کا تصور تک نہیں ہوسکتا اس وقت بھی کتبِ اسلامیہ میں اس کی صورت مثالی تھی تو بھی یہی جو اس کی موجودہ صورت ہے چونکہ ہم اس دور کے متعلق کچھ یاد نہیں رکھتے اسی لئے مجبور ہیں۔ ہاں محبوبانِ خدا کو اس دور کی باتیں من وعن یاد ہیں اور کبھی کبھی وہ اس کا اظہار بھی فرمادیتے ہیں۔ چنانچہ چند بزرگوں کی یادیں عرض کردوں۔

39:تفسیرروح البیان، سورۃ البقرہ، آیت ۳۱، ۹۳/۱،دارإحیاء التراث العربی بیروت

ا۔حضرت سیّدنا اُویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق تاریخ میں ابنِ عسا کرنے اپنی سند سے ہرم بن حیان سے روایت کیا ہے کہ اُنہوں نے کہا میں اُویس قرنی کے پاس آیا۔میری اوران کی اس سے قبل کبھی ملاقات نہ ہوتی تھی لیکن آپ نے فوراً جواب دیا کہ ''وعلیکم السلام یا ہرم ابن حیان'' میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ نے میرا اور میرے باپ کا نام کیونکر پہچان لیا تو آپ نے فرمایا کہ جب میں نے تم سے گفتگو کی تو میری روح نے تمہاری روح کو شناخت کرلیا کیونکہ جسموں کے نفس کی طرح روحوں کا بھی نفس ہوتا ہے اور مومن کی روحیں ایک دوسرے کو پہچانتی ہیں اور اللہ کی رحمت کی وجہ سے بلا دیکھے ایک دوسرے سے محبت رکھتی ہیں۔

۲۔حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا واقعہ بھی مشہور ہے کہ آپ ایک لڑکے کے پاس سے گزرے تو آپ نے سلام کیا تو اس نے کہا ''وعلیکم السلام یا مالک بن دینار'' آپ نے جواباً فرمایا کہ تونے مجھے کیسے پہچانا،اس نے کہا آپ بھول گئے،عالمِ ارواح میں ہم یکجا ہوئے تھے یعنی یومِ مشتاق میں اکٹھے ہوئے تھے۔

۳۔صاحبِ روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک بزرگ نے فرمایا کُن کی آواز میرے کانوں میں گونج رہی ہے،محسوس ہوتا ہے کہ گویا وہ کل کی بات ہے۔دوسرے بزرگ نے فرمایا کل کی بات نہ کہو ابھی کی بات ہے۔

۴۔حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

خدا خود میر مجلس بود | محمد ﷺ شمع محفل بود

ترجمہ:اللہ تعالیٰ خود میر مجلس تھا حضور نبی پاک ﷺ شمع محفل تھے وہ لامکاں ہی تھا جہاں میں تھا(اور سب)

۵۔حضرت پیر بلھے شاہ قصوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی فرمایا

کن فیکون جدون فرمایو اساں وی کولے وسدے ہاسے

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے کُن کا کلمہ فرمایا تو ہم بھی وہاں ان کے قریب ہی تھے۔

٦۔حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا

کُن فیکون تاں کل دی گل اے اساں اگے پریت لگائی

اجاں وی ساکوں روپئے ڈسدے اور ہے بیلے بوٹے کاہی

اجماعِ اُمت روح کی تخلیق کی تقدیم پر محمد بن نصر اور ابنِ حزم نے اجماع کا دعویٰ کیا ہے، اِن کی دلیل یہ ہے کہ ابنِ مندہ نے عمرو بن منبہ سے مرفوعاً روایت کی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بندوں کی روحوں کو بندروں سے دو ہزار سال پہلے پیدا کیا تو جنہوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا وہ مل گئیں اور جنہوں نے نہ پہچانا وہ مختلف ہوگئیں۔ نیز یہ کہ ذریت آدم کو ان کی پشت سے نکالنے والی احادیث، نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا تو قیامت تک پیدا ہونے والی ذریت آپ کی پیٹھ سے نکل آئی۔

حاکم نے اِسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ نیز حاکم نے ابی بن کعب سے ''اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ'' کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا کہ: اللہ تعالیٰ نے اِن سب کی ارواح کو نکالا، اِن کی شکلیں بنائیں، قوتِ

40:المستدرك على الصحيحين، كتاب التفسير،تفسير سورة الأعراف،رقم الحديث ٣٢٥٥، ٣٥٤/٢،دارالكتب العلمية بيروت

گویائی عطافرمائی توانہوں نے گفتگوفرمائی اوراللہ تعالیٰ سے معاہدہ کرلیا۔[40]

فائدہ ﴾روح اگر چہ ایک ہی جنس ہے تاہم اپنے اوصاف کے لحاظ سے مختلف ہے، ہرقسم کی روح اپنی ہم طبع سے محبت رکھتی ہےاورمخالف سے نفرت کرتی ہے۔

حکایتِ ذیل میں اس کی تصدیق ہوتی ہے،سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت تھی جو قریش کی عورتوں کے پاس آتی اور انہیں ہنساتی تھی، جب ہجرت کرکے مدینہ آئی تو میرے پاس آئی، میں نے پوچھا کہاں ٹھہری ہو؟ کہا کہ مدینہ میں فلاں ہنسانے والی عورت کے ہاں جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو دریافت کیا کہ کیا فلاں ہنسانے والی عورت تمہارے پاس ہے؟ میں نے کہاہاں۔آپ نے فرمایا کہ کس کے یہاں ٹھہری ہے؟ میں نے کہافلاں ہنسانے والی عورت کے پاس۔آپ نے فرمایا کہ الحمدللہ روحوں کا بھی ایک لشکر ہوتا ہےجن کا تعارف ہوتا ہے وہ مل جاتی ہیں اور جن کا تعارف نہیں ہوتا وہ نہیں ملتیں۔

اسی کو عارف رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان فرمایا ہے:

همجنس باهمجنس باپرواز   کبوتر باز کبوتر باز

﴾خوش قسمت اہلسنت﴿

دنیا میں بیشمار مذاہب پھیلے ہوئے ہیں، اِن میں اہلسنّت کو یہ دولت نصیب ہوئی ہے کہ انبیاء وصحابہ واولیاءاوراہلسنّت سے محبت وعقیدت (فطرتاً) ہے۔ یہ اسی کا کرشمہ ہے کہ الحمدللہ اہلسنّت عالمِ ارواح میں انبیاء واولیاءاوراہل بیت وصحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ تھے تو آج دنیا میں اِن سے محبت وعقیدت

ہے، یہ اِسی عالمِ ارواح میں رفاقت کی علامت ہے اور پھر اِن شاءاللہ برزخ وآخرت اور بہشت میں بھی ان کے ساتھ ہوں گے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے "المرء من أحب"[41]

اور جنہیں آج دنیا میں ان حضرات سے محبت ہے ہی نہیں بلکہ ان کے عداوت واطوار اوران سے بغض وعداوت کی نشاندہی کرتے ہیں اگرچہ بعض ان کے بھی محبت کا دم بھرتے ہیں تو وہ محض دعویٰ ہی ہے اور بس۔

امام غزالی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عالمِ ارواح میں مکالمہ متعدد کتب مثلاً روح البیان وغیرہ میں یہ واقعہ موجود ہے مخالفین نے بھی اسے شمائل امدادیہ[42] میں نقل کیا ہے، چنانچہ تفریح الخاطر میں ہے:

نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے شبِ معراج حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی تو اُنہوں نے مرحبا کہنے کے بعد عرض کیا، آپ نے فرمایا ہے میری امت کے علماء بنی اسرائیل کی طرح ہیں، میری خواہش ہے کہ آپ کی امت میں سے کسی ایک عالم کی روح حاضر کی جائے تاکہ وہ مجھ سے کچھ گفتگو کرے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روح کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے حاضر کیا، دونوں نے ایک دوسرے کو سلام کیا۔ حضرت موسیٰ

41:المعجم الكبير للطبرانی،عاصم بن أبی النجود عن زر،رقم الحديث٨٧٣٥٨، ٦٩/ ٨،مكتبة ابن تيمية القاهرة

42:شمائم امدادیہ ترجمہ اردو نفحات مکیہ، حصہ دوم، ترجمہ ملفوظ از رسالہ اِمداد الصادقین، ص۱۳۴، قومی پریس لکھنؤ

علیہ السلام نے نام پوچھا انہوں نے عرض کیا: محمد بن محمد الغزالی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں نے تو صرف تیرا ہی نام پوچھا تھا تیرے باپ دادا کا نہیں۔ حضرت امام غزالی نے جواب میں عرض کیا: جس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ کے بارے میں فرمایا تھا: اے موسیٰ! تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ تو آپ نے جواب میں اس طرح کیوں عرض کیا تھا یہ میرا عصا ہے میں (تھک کر) اس پر تکیہ لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور میرے اس میں اور بھی کام ہیں۔ کیا آپ کا یہ میرا عصا ہے، کہنا کافی نہ تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جواب میں فرمانے لگے: جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ یہ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟ تو میں نے جان لیا کہ وہ ظاہر و پوشیدہ تمام کا جاننے والا ہے، یہ سوال صرف مجھے ہم کلامی سے مانوس کرنے کے لئے ہے تو میں نے مقتضی حال و مقام کے مطابق اور لذت اور انس حاصل کرنے کے لئے کلام کو لمبا کر دیا۔[43]

حضور ﷺ کا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گردن پر قدم تفریح الخاطر میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم براق پر سوار ہوئے:

فضرب النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم یدہ علی رقبۃ البراق، ففرح البراق فرحاً حتی لم یسع جسدہ روحہ ونمی أربعین

43: تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبدالقادر، المنقبۃ الاولیٰ فی وضع قدم المصطفیٰ ﷺ علی رقبتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ص۱۳ و ۱۴، مطبوعۃ مصر

42: شمائم امدادیہ ترجمہ اردو نفحات مکیہ، حصہ دوم، ترجمہ ملفوظ از رسالہ امداد الصادقین، ص۱۳۴، قومی پریس لکھنؤ

ذراعاً من فرحه وتوقف فی رکوبه لحظة لحکمة خفیة ازلیة ، فظهرت روح الغوث الأعظم رضی اللّٰه تعالٰی عنه وقال: یا سیدی! ضع قدمك علٰی رقبتی وارکب،فوضع النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم قدمه علٰی رقبته ورکب، فقال: قدمی علٰی رقبتك وقدمك علٰی رقبة کل اولیاء اللّٰه تعالٰی

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم براق پر سوار ہوئے تو براق سواری خوشی سے نہ سماتی تھی اور خوشی سے اس کا جسم چالیس ہاتھ بڑھ گیا۔آپ نے حکمتِ ازلیہ کی بنا پر سوار ہونے میں کچھ توقف کیا،اِدھر حضور غوثِ اعظم کی روح نے حاضر ہوکر عرض کیا آقا اپنا قدم مبارک میری گردن پر رکھ کر سوار ہوجائیے۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنا قدم مبارک گردن پر رکھ کر سوار ہوگئے اور فرمایا: میرا قدم تیری گردن پر اور تیرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہوگا۔

اے برادر! تو شبِ معراج میں غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح کے حاضر ہونے کے انکار وتعجب سے بچ کیونکہ اسی رات دوسری روحوں کا حضور بھی وقوع پذیر ہوا جو احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے۔[44]

چند روایات فقیر آئندہ چل کر عرض کرے گا۔

عالمِ ارواح میں آدمی شبِ معراج کے علاوہ متعدد

44:تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبدالقادر، المنقبة الاولیٰ ، ص۲۴۔۲۵، سنی دارالاشاعت علویه رضویه فیصل آباد

روایات میں ہے کہ عالمِ ارواح میں آدمی کی روحیں مختلف اُمور میں مشغول پائی گئیں اِن کی تفصیل فقیر نے اپنی تصنیف ''الفتوح فی ما فی الروح ''میں عرض کی ہے۔ ایک روایت بانقل امام احمد رضا محدّث بریلوی قدس سرہ ملاحظہ ہو: ابن جریر وابن ابی حاتم وابویعلی وابن مردویہ وبیہقی وابن عساکر حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث طویل معراج میں راوی، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

ثم صعدت إلى السماء السابعة، فإذا أنا بإبراهيم الخليل مسنداً ظهره إلى البيت المعمور (فذكر الحديث إلى أن قال)وإذاً بأمتى شطرين شطر عليهم ثياب بيض كأنها القراطيس، وشطر عليهم ثياب رمد، فدخلت البيت المعمور ودخل معى الذين عليهم الثياب البيض وحجب الآخرون الذين عليهم ثياب رمد وهم على خير، فصليت أنا ومن معى من المومنين فى البيت المعمور، ثم خرجت أنا ومن معى .... (الحدیث)

پھر میں ساتویں آسمان پر تشریف لے گیا، ناگاہ وہاں حضرت ابراہیم خلیل اللہ ملے کہ بیت المعمور سے پیٹھ لگائے تشریف فرما ہیں اور ناگاہ اپنی امت دو قسم پائی، ایک قسم کے سپید کپڑے ہیں کاغذ کی طرح اور دوسری قسم کا خاکستری لباس ۔ میں بیت المعمور کے اندر تشریف لے گیا اور میرے ساتھ سپید پوش بھی گئے، میلے کپڑوں والے روکے گئے مگر ہیں وہ بھی خیر وخوبی پر۔ پھر میں نے اور میرے ساتھ کے مسلمانوں نے بیت المعمور میں نماز پڑھی، پھر میں اور میرے ساتھ والے باہر آئے۔

ظاہر ہے کہ جب ساری امت مرحومہ بفضلہٖ عزوجل شریف باریاب سے مشرف ہوئی یہاں تک کہ میلے لباس والے بھی تو حضور غوث الوریٰ اور حضور کے منتسبان باصفا تو بلاشبہہ ان اجلی پوشاک والوں میں ہیں، جنہوں نے حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیت المعمور میں جا کر نماز پڑھی۔ ''والحمدللہ رب العالمین''

اب کہاں گئے وہ جاہلانہ استبعاد کہ آج کل کے کم علم مفتیوں کے سدراہ ہوئے اور جب یہاں تک بحمداللہ ثابت تو معاملۂ قدم میں کیا وجہ انکار ہے کہ قولِ مشائخ کو خواہی نخواہی رد کیا جائے۔ ہاں سند محدثانہ نہیں .... پھر نہ ہو ..... اسی جگہ اسی قدر بس ہے۔ سند معنعن[43] کی حاجت نہیں، کما بينا في رسالتنا ''هدى الحيران في نفي الفئى عن سيد الأكوان'' (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ ''ھدی الحیران فی نفی الفئی عن سیّد الاکوان '' میں اسے بیان کیا ہے)

امام جلال الدین سیوطی نے '' مناهل الصفا في تخريج احاديث الشفاء '' میں مرثیہ امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''بأبي أنت وأمي يارسول الله '' (یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں) کی نسبت فرماتے ہیں:

لم أجده في شيئ من كتب الحديث الأثر (إلى قوله) بالأحكام۔[44]

توضیح الحدیث اس حدیث شریف کے نقل کرنے کا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا مقصد یہ ہے کہ عالمِ ارواح میں آدمی موجود تھا اور کسی کام میں مشغول تھا،

43: ایسی روایت جس میں ایک راوی دوسری سے ''عن فلان'' کے لفظ سے روایت کرے۔

44: فتاوی رضویہ، فتاوٰی کراماتِ غوثیہ، ۲۸/۴۲۵-۴۲۶، رضا فاونڈیشن، جامعہ نظامیہ لاہور

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں شبِ معراج اپنا کاندھا پیش کیا، اس کا کسی منکر غوثِ جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار کیا تو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ دلائل دیتے ہوئے یہی حدیث پیش فرمائی کہ عالمِ ارواح میں تو نہ صرف غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح موجود تھی بلکہ جملہ ارواح موجود تھے کہ بیت المعمور میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے کا شرف پایا۔ اِن میں حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے خواص ومریدین کے ساتھ بھی تھے۔

اس کی مزید تحقیق وتفصیل فقیر کے رسالہ ''غوث اعظم عالم ارواح میں'' یا دوسرا رسالہ ''قدم النبی علی رقبۃ الغوث الجلی'' میں پڑھئے۔

آدمی عالمِ مثال میں آدمی کو بندر کی اولاد کیسے بنایا جاسکتا ہے جبکہ تمام آدمیوں کو زمین پر بسنے سے پہلے کئی عوامل بالا سے گزرنا پڑا، ان میں عالمِ ارواح بھی ہے جس کی تفصیل ابھی گزری ہے اور آدمی کو عالمِ مثال میں بھی کافی وقت گزرا ہے اور اس عالم میں بھی اس کے کئی طور طریقے ہوں گے۔ مندرجہ ذیل دو حکایتوں سے اندازہ لگائیے:

(۱) سیّدنا علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ طوافِ کعبہ میں مشغول تھے، ایک سن رسیدہ بزرگ بھی طواف کررہے تھے، انہوں نے حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا ''من انت'' تو کون ہے؟ عرض کی علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس نے پھر پوچھا ''من علی'' علی کون ہے؟ آپ نے کہا ابن ابی طالب ابن عبدالمطلب بن ہاشم، اس نے اس پر بھی سوالیہ انداز میں وہی کہا بالآخر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخر میں بیان کیا

کہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہوں، اس نے اس پر یہی کہا کہ آدم کون؟ اس نے حضرت المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ حیران ہوئے کہ نامعلوم بابا کون ہے؟ اس بابا نے خود فرمایا کہ اس آدم سے پہلے ایک سوانیس آدم گزرے ہیں انہیں میں سے ہوں۔(فتوحاتِ مکیہ شریف ملخصاً)

(۲) تفسیر ابن جریر میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک کنوئیں میں دیکھا تو آواز آئی کون ہے؟ آپ نے فرمایا موسیٰ علیہ السلام، اس نے پوچھا کون سا موسیٰ، تیرے جیسے کئی موسیٰ نام والے آئے، جب واپس آئے گا تو پہلے سے زیادہ حسین و خوشبودار ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ مردے کو عطر و مشک سے معطر کیا جاتا ہے اور ایک ایک کنکری پھینک کر گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ کنواں کنکریوں سے پُر ہے۔

فائدہ ایسے واقعات بیشمار ہیں اور وہ عالمِ مثال سے معمور ہیں اور عالمِ مثال میں ارواح ایسی شکل سے متشکل تھیں جس شکل میں اب ہم ہیں۔ یہی حال عالمِ ارواح کا ہے اور زمین پر آنے پر اللہ تعالٰی نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ (قدرت) سے خود تیار فرمایا اور اسی شکل پر حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کو متشکل فرمایا اس میں بندر کو گھیسڑ یا بندر سے عشق بازی تو ہوسکتی ہے لیکن حقیقت سے اسے کوئی تعلق نہیں، ہاں جس دور میں ڈارون نے یا دوسرے سائنسدانوں نے ہڈیاں، ڈھانچے اور تصویریں، مجسمے دیکھ کر قیاس آرائیاں کی ہیں، وہ جنات کے متعلق ہوسکتا ہے کیونکہ اسی دور میں حضرت آدم علیہ السلام اور آپ کی اولاد عالمِ ارواح میں تھی، ان کا زمین پر ہونے کا تصور تک نہ تھا ہاں جنات کی زمین پر شرارتیں بڑھ گئیں تو پھر حضرت آدم علیہ

السلام کو زمین پر بسانے کا پروگرام بنا اور اس کی تفصیل قرآن وحدیث میں موجود ہے، فقیر مختصراً عرض کرتا ہے۔

تخلیق آدم جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو مٹی کو الہام ہوا کہ تجھ سے اللہ تعالیٰ کے خلیفہ پیدا ہونے والے ہیں، ان میں بعض تو فرمانبردار ہوں گے جو بہشت میں داخل ہوں گے اور بعض نافرمان جو دوزخ کا ایندھن ہوں گے۔ زمین نے عرض کی کیا مجھ سے بھی نافرمان پیدا ہوں گے اور وہ دوزخ کے بھی مستحق ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ سے حکم ہوا ہاں ایسے ہی ہوگا یہ حکم سن کر زمین روئی جس سے چشمے بہہ نکلے جو قیامت تک جاری رہیں گے۔

آدم علیہ السلام کی پیدائش کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ جا کر زمین کے چار گوشوں سے سیاہ، سرخ، سفید، اطیب، اخبث، نرم، سخت پہاڑی ہر قسم کی مٹی لے آؤ۔ حضرت جبریل علیہ السلام زمین سے مٹی اُٹھانے لگے تو زمین نے کہا تجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے تجھے میرے ہاں بھیجا مجھ سے ذرہ برابر بھی مٹی نہ اُٹھانا کیونکہ بادشاہ کے قرب میں اگرچہ بے شمار منافع ہیں لیکن اس سے خطرات بھی بہت ہیں جیسے کہ کہا گیا ہے:

بدریا در منافع بیشمار است   اگر خواہی سلامت در کنار است

اگر دریا میں بیشمار منافع ہیں، اگر سلامتی چاہتے ہو تو کنارے پر رہو۔

حضرت جبریل علیہ السلام خالی لوٹے اور بارگاہِ لایزل میں عرض کی کہ مجھے زمین نے تیری ذات کی قسم دی ہے اس لئے مٹی اٹھاتے مجھے شرم محسوس ہوتی ہے، اس

کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت میکائیل علیہ السلام کو بھیجا اس کے ساتھ بھی زمین نے وہی کیا جو حضرت جبریل علیہ السلام سے کیا تھا، وہ بھی خالی واپس آ گئے اور حضرت جبریل علیہ السلام کی طرح معذرت کی۔ پھر حضرت اسرافیل علیہ السلام کو روانہ کیا گیا اس سے بھی زمین نے وہی التجا کی۔ وہ بھی خالی واپس آئے اور جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام کی طرح معذرت کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ملک الموت علیہ السلام کو حکم فرمایا وہ جب مٹی اُٹھانے لگے تو زمین سے کہا میں تجھے اس ذات کا واسطہ دیتی ہوں جس نے تجھے مجھ سے مٹی اُٹھانے کے لئے بھیجا مجھ سے مٹی نہ لے جا کہ اس سے ایسی مخلوق پیدا ہوگی جو اپنے مالک کی نافرمان ہو کر دوزخ کا ایندھن بنے گی۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے کہا میں تجھے اس ذات کا واسطہ دیتا ہوں کہ میں تجھ سے مٹی ضرور اُٹھاؤں گا تاکہ مجھے نافرمانوں میں شمار نہ کیا جائے۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے یہ کہہ کر زمین کے چار گوشوں سے چالیس گز برابر مٹی اُٹھالی۔ زمین کے مختلف رنگوں کی وجہ سے بنی آدم کے بھی مختلف رنگ ہیں کہ ان میں بعض سفید، بعض سیاہ، بعض سُرخ، بعض نرم اور بعض سخت ہیں۔

فائدہ اس کا مٹی کا ہر ذرّہ ہر انسان کا اصل بدن ہو گیا جس جگہ سے جس انسان کی مٹی کا ذرہ لیا گیا وہاں ہی وہ مدفون ہوگا۔ مٹی لے کر حضرت عزرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عزرائیل! کیا تمہیں زمین کی فریاد سے رحم نہ آیا۔ عرض کی: الٰہی تیرے فرمان کے آگے اس زاری کا کیا حق تھا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اب آدم کی اولاد کی ارواح قبض کرنے پر تجھے مامور کرتا ہوں۔

میت کو خوشبو لگانے میں حکمت روضۃ العلماء میں ہے کہ زمین نے شکایت کی یا اللہ! مٹی اُٹھانے سے تو مجھ میں کمی آ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: گھبراؤ مت، تجھ میں جب واپس آئے گا تو پہلے سے زیادہ حسین وخوشبودار ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ مُردے کو عطر ومشک سے معطر کیا جاتا ہے۔

پھر عزرائیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اس کے نصف کو دوزخ اور نصف کو جنت میں ڈبو کر وادئ نعمان جو مکہ وطائف کے درمیان ہے، جا کر رکھ دو۔ اللہ تعالیٰ نے حسبِ منشاء اس مٹی کو وہاں رکھا۔ بعدازاں اِسے وہاں سے نکال کر اس پر ابر کرم کی بارش برسائی جس سے اس مٹی کا لیس دار گارا بن گیا۔ اس سے حضرت آدم علیہ السلام کا جسم تیار کیا گیا۔

فائدہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش میں علماء کا اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ آسمانِ دنیا میں پیدا ہوئے، بعض کہتے ہیں کہ زمین کے باغات میں سے ایک باغ ہے جو ایک عزت والا مکان ہے جس سے دریائے نیل جاری ہوتا ہے، اسی طرح دیگر نہریں، لیکن اکثر مفسرین فرماتے ہیں کہ جنتِ عدن میں پیدا کئے گئے، پھر وہاں سے نکالے گئے۔

حدیثِ قدسی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی کو اپنے ہاتھ سے خمیر کیا اور پھر اِسے چالیس سال تک چھوڑے رکھا (یاد رہے) کہ اس عرصہ کا ایک دن دنیوی سالوں کے ایک ہزار سال کا تھا، یہاں تک کہ وہ خشک ہو کر صلصال ہو گیا، ''صَلصَال'' اس مٹی کو کہتے ہیں جو نہایت خشک ہو کر

ٹھیکری کی طرح بجے، پھراس پر انتالیس سال غم کا مینہ برسایا، بعدازاں صرف ایک سال راحت وسرور کی بارش ہوئی، یہی وجہ ہے کہ بنی آدم کوغم والم گھیرے ہوئے ہوتے ہیں لیکن ان کا انجام سرور پر ہوتا ہے، جیسا کہ مقولہ مشہور ہے:

آغاز کا انجام ہوتا ہے　　　　اور ہر دکھ کا آرام ہوتا ہے

إن مع العسریسرش قفاست　　　　شادبرانم که سلامت خداست

فـائده ملائکہ ان کے پاس سے گزرے، ان کی اچھی صورت اور بلند قامت دیکھ کر تعجب کرتے کیونکہ ان کا قد پانچ سو گز کا تھا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

گز کتنا لمبا تھا کہ آدم کا سر آسمان کومس کرتا تھا اور اس سے قبل اُس جیسی شکل اُنہوں نے دیکھی نہیں تھی۔

ابلیس کی شرارت ایک روز ابلیس کا بھی گزر ہوا، دیکھ کر کہنے لگا کہ یہ کس وجہ سے پیدا ہوا ہے اپنا ہاتھ ان کے جسم پر مارا تو کھوکھلا معلوم ہوا، اس کے اندر گھس گیا اور پیچھے سے نکل آیا اور اپنی جماعت (وہ ملائکہ جو اس وقت اس کے ساتھ تھے) سے کہنے لگا یہ (آدم) کھوکھلا پیدا کیا گیا ہے فلہٰذا یہ کسی بات پر ثابت قدم نہ رہ سکے گا۔ اب مجھے بتاؤ اگر اسے تم سے افضل بنایا گیا تو تم کیا کرو گے؟ انہوں نے کہا: ہم اپنے مالک کا فرمان مانیں گے۔ ابلیس ملعون نے اپنے دل میں کہا: اگر اسے مجھ سے افضل بنایا گیا تو میں اس کے تابع نہیں رہوں گا۔ (اگر اسے میری فرمانبرداری میں دیا گیا تو ذلیل کروں گا)

عاقبت گرگ زادہ گرگ شود　　　　گرچہ با آدمی بزرگ شود

بھیڑیا کا بچہ آخر کار بھیڑیا ہوتا ہے اگرچہ وہ انسان کے ساتھ بڑا ہو۔

پھر اپنی تھوک جمع کر کے مقامِ ناف (آدم علیہ السلام) پر ڈال دی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ اس تھوک کو ناف سے کُر یدلیں۔

انسان کی ناف سے کتے کی پیدائش ناف کی گہرائی حضرت جبرائیل علیہ السلام کے مقامِ ناف (آدم علیہ السلام) سے مٹی کُر یدنے کی وجہ سے ہے۔ پھر اس کُر یدی ہوئی مٹی سے کتے کو پیدا کیا گیا۔ اسی لئے کتے میں تین عادتیں پائی جاتی ہیں:

۱۔ آدمی سے مانوس اس لئے ہے کہ آدم علیہ السلام کی مٹی سے اس کی پیدائش ہوئی۔

۲۔ رات بھر اس لئے بیدار رہتا ہے کہ مٹی کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے چھوا۔

۳۔ اس کا انسان وغیرہ کو کاٹنا اور دیگر شرارتیں کرنا شیطان کی تھوک کا اثر ہے۔

فائدہ حضرت آدم علیہ السلام کو جمعہ والے دن عصر کے بعد پیدا کیا گیا۔

حضرت آدم علیہ السلام کی تسمیہ اور روح کا داخلہ حضرت آدم علیہ السلام کو اس نام سے اس لئے موسوم کیا گیا کہ ان کی ترکیب ''ادیـــم الارض ''یعنی زمین کے مختلف رنگوں سے ہے۔

جب حضرت آدم علیہ السلام میں اللہ تعالیٰ نے نفخ روح کا ارادہ فرمایا تو روح کو حکم فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے اندر داخل ہو جا۔ روح نے عرض کی الٰہی یہ جگہ نہایت گہری اور بہت تاریک مکان ہے، دوسری بار حکم ہوا تو اس نے پھر وہی معذرت کی، تیسری بار جب حکم ہوا تب بھی وہی کہا۔[45]

حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا کہ پھر نورِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام میں ودیعت رکھ گیا تو روح خود بخود جسمِ

45. تفسیر روح البیان، سورۃ البقرہ، آیت ۳۱، ۹۸/۱ تا ۱۰۰، دارإحیاء التراث العربی، بیروت

آدم میں داخل ہوگئی۔[46]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بلا رضا (مجبوراً) داخل ہو رہی ہے تو پھر نکلنے میں سخت دشواری ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ جب روح نکلتی ہے تو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ جب نفخ روح کیا گیا تو پہلے سر اور پیشانی اور دونوں کانوں اور زبان میں پہنچی، پھر تمام جسم میں پھیلنے لگی یہاں تک کہ قدموں تک پہنچی تو آگے کوئی راہ نہ تھی، واپس ناک کے سوراخوں سے نکلی تو حضرت آدم علیہ السلام کو چھینک آ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا کہو"الحمدللہ رب العالمین" آدم علیہ السلام نے کہا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا "یرحمك اللہ" (اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے)۔ جب روح گھٹنوں کے اندر داخل ہوئی تو حضرت آدم علیہ السلام نے چلنے کو چاہا، لیکن چل نہ سکے۔ جب روح قدموں میں پہنچی تو چلنے لگے (حضرت آدم علیہ السلام کی عجلت کو دیکھ کر) باری تعالیٰ نے فرمایا"خلق الانسان من عجل" (انسان جلد باز پیدا کیا گیا) اسی سے پورا بشر ہوا، جس میں گوشت، خون، ہڈیاں، عصب، آنتیں وغیرہ جمع کئے گئے، پھر ان کو ناخنوں کی طرح کا ایک لباس پہنایا جس سے حضرت آدم علیہ السلام کے حسن میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا، اسی سے ملبوس تھے اور اسی سے ان کا تاج تھا۔[47]

حضرت آدم علیہ السلام کے جسم میں نو دروازے ان میں سات دروازے تو ان کے سر میں رکھے گئے (۱،۲) دو کان جن سے کلام سنیں (۳،۴) دو آنکھیں جن سے اشیاء کو دیکھیں (۵،۶) ناک کے دو سوراخ جن سے ہر بُو دار شئے کو سونگھیں۔ منہ میں زبان ہے جس سے بولیں۔ (۷) حلق کا باب ہے کہ جس سے ہر

46. ملخصاً تفسیر نعیمی، سورۃ البقرہ، آیت ۳۰، ۱/۲۲۶، مکتبۂ اسلامیہ، ۴۰۔ اردو بازار، لاہور

47. تفسیر روح البیان، سورۃ البقرہ، آیت ۳۱، ۱/۱۰۰، دارإحیاء التراث العربی، بیروت

شئے کا ذائقہ محسوس ہو۔(۹،۸) دروازے دیگر جسد میں یعنی قبل دُبر کہ جس سے طعام کا فضلہ خارج ہو، عقل کو دماغ میں اور حرص کو رانوں میں اور غضب کو جگر میں اور شجاعت کو قلب میں اور رغبت کو حلق میں اور ضحک کو طحال میں، خوشی وغم کو منہ میں رکھا گیا ، پاک ہے وہ ذات جس نے ہڈی کو سننے کی اور چربی کو دیکھنے کی اور گوشت کو بولنے کی اور خون کو پہچاننے کی طاقت بخشی۔

حضرت آدم علیہ السلام کا علم جب حضرت آدم علیہ السلام کے جسم مبارک کی تکمیل ہوگئی تو انہیں تمام اشیاء کے اسماء کا علم دیا یعنی اسماء کے علم ان کے دل پر الہام کیا، پھر بات بھی زبان پر ظاہر ہوئی۔ مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جمیع لغات کے تمام مسمیات کے اسماء سکھا دیئے۔ بایں معنی کہ جس جنس کو جس طرح پیدا فرمایا اس کو سامنے لاکر فرمایا اس کا نام گھوڑا ہے، اس کا نام اُونٹ وغیرہ وغیرہ، ساتھ ہی یہ بھی بتایا گیا کہ ان کو فلاں منافع دینیہ ودنیویہ کے لئے پیدا فرمایا گیا ہے اور تمام ملائکہ کے اسماء بتائے اور تمام (اولادِ آدم) کے اسماء اور اسی طرح جمیع حیوانات وجمادات کے اسماء بتائے اور ہر کاریگری، تمام شہروں اور بستیوں کے نام اور تمام پرندوں اور درختوں کے نام اور ان سے جو ضروریات پوری ہوں گی وغیرہ، اور ہر ذی روح شئے جو بھی قیامت تک پیدا ہوگی ، ہر معلوم اور ہر مشروب کے اسماء اور بہشت کی ہر نعمت کا نام یہاں تک کہ پیالہ اور تھال اور ٹب کے اسماء بتائے۔[48]

حدیث شریف جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو

48.تفسیر روح البیان، سورۂ البقرہ، آیت ۳۱، ۱/۱۰۰، دارإحیاء التراث العربی، بیروت

اس میں حروف کے اسرار کو پھیلا دیا جبکہ فرشتے اس بات سے محروم رہے، پھر حروف حضرت آدم علیہ السلام کی زبان سے فنونِ لغات خارج ہوتے۔ پھر اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے لئے ان حروف کی صورتیں بنا دیتا جو مختلف اشکال میں متشکل ہو کر ان کے سامنے آجاتے۔

حدیث شریف حضرت آدم علیہ السلام کو سات لاکھ لغت سکھائی گئیں۔ جب شجرِ ممنوعہ دکھایا تو لغتِ عربیہ کے سوا باقی تمام لغتیں سلب ہوگئیں، پھر جب انہیں نبوت عطا ہوئی تو تمام لغات لوٹا دی گئیں۔ یہ ان کا معجزہ تھا کہ قیامت تک ان کی اولاد جتنی لغات بولے گی سب حضرت آدم علیہ السلام جانتے اور بولتے بھی تھے مثلاً عربی، فارسی، رومی، سریانی، یونانی، عبرانی، زنجی وغیرہ۔[49] (مزید تفصیل فقیر کی تفسیر اُویسی میں ملاحظہ ہو)

فائدہ تخلیق حضرت آدم علیہ السلام کے بعد تخلیق آدمی بھی سمجھ لیں تاکہ ڈارون کے غلط نظریہ کی خوب تردید ہو۔

تخلیق آدمی ابی عبدالرحمٰن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جو صادق اور مصدق ہیں فرمایا بیشک تم میں سے ہر ایک کی خلقت اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفہ کی صورت میں جمع کی جاتی ہے، پھر وہ نطفہ جما ہوا خون بن جاتا ہے اور اس پر بھی چالیس دن گزرتے ہیں، پھر وہ خون گوشت کی بوٹی بن جاتا ہے اور اس پر بھی چالیس دن گزرتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ رحم میں فرشتہ جو اس پر موکل ہے بھیجتا ہے وہ اس میں اس کے بعد کہ تمام انسانی اعضاء اور نقوش بن جاتے ہیں، روح پھونکتا ہے اور اس کو

49. تفسیر روح البیان، سورۂ البقرہ، آیت ۳۱، ۹۸/۱ تا ۱۰۰، دار إحیاء التراث العربی، بیروت

اس کے لئے چار باتوں کے لکھنے کا حکم ہوتا ہے، اس کا رزق اور اس کی اجل اور اس کا عمل اور یہ کہ وہ بد بخت ہوگا یا نیک بخت، پس قسم ہے اس ذات کی کہ نہیں ہے معبود سوائے اس کے بیشک تم میں سے کوئی ایک عمل کرتا ہے جنتیوں کے سے یہاں تک کہ نہیں ہوتا اس کے اور جنت کے درمیان فاصلہ مگر ایک ہاتھ کا پس وارد ہوتی ہے اس پر کتاب پس وہ عمل کرتا ہے دوزخیوں کے سے پس وہ داخل ہوتا ہے وہ دوزخ میں اور بیشک تم میں سے کوئی ایک عمل کرتا ہے دوزخیوں کے سے یہاں تک اس کے اور دوزخ کے درمیان فاصلہ مگر ایک ہاتھ کا پس وارد ہوتی ہے اس پر کتاب پس وہ عمل کرتا ہے اہلِ جنت کے پس وہ داخل ہوتا ہے جنت میں۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)[50]

چونکہ اس حدیث شریف میں داڑون کا مکمل رد ہے اسی لئے ضروری ہے کہ فقیر اس کی تشریح وتوضیح کردے تاکہ یقین ہو کہ ہم الحمد للہ سیّدنا حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور جسے بندروں سے رشتہ کی خواہش ہے وہ بیشک اپنا شوق پورا کرلے۔

شرح الحدیث ✿ حدیث میں ہے "یُجمَعُ" مجہول کے وزن پر پڑھا گیا ہے، اس کے معنی جمع کیا جاتا ہے اور جمع کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ "خلقه فی بطن أمه أربعین یوما" اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی خلقت کے پانی کو کہ وہ منی ہے جس سے وہ اس کے پیدا کرے گی اس کی ماں کے پیٹ میں اکٹھا کرتا ہے اور اس کی مدتِ حمل کے پورا ہونے تک حفاظت کرتا ہے "ثم یکون فی ذلك علقةً" وہ نطفہ علقہ ہوتا ہے۔ "علقه" جمع شدہ خون کو کہتے ہیں۔ "ثم یکون فی ذلك مضغة" یعنی

50. صحیح مسلم، کتاب القدر، باب کیفیة خلق الآدمی فی بطن أمه و کتابة رزقه و أجله، رقم الحدیث ٦٦١٨، ص ١٣٠١، دارالفکر بیروت

پھر وہ تھوڑا سا گوشت ہوتا ہے یعنی اس کا قدر اس چیز کے برابر ہوتا ہے جس کو چبایا جاتا ہے "مثل ذلك" مثل اس کی، یعنی علقہ اور مضغۃ پر بھی نطفہ کی طرح چالیس چالیس ایام گزرتے ہیں۔ پس مذکورہ تین چلوں کے بعد یعنی ایک سو بیس دنوں کے بعد اللہ تعالیٰ اس کی صورت یعنی منہ اور کان اور آنکھ اور انتڑیاں اور اس کے سوا تمام باقی اعضاء بناتا ہے۔ پھر جب اس کی خلقت ایک سو بیس دنوں میں جس کی مدت چار ماہ ہوتی ہے پوری ہوتی ہے تو "یرسل الملك" تو بھیجا جاتا ہے فرشتہ جو مؤکل ہے۔

فائدہ ابنِ یونس وغیرہ نے فتویٰ دیا ہے کہ عورت کے لئے مانعِ حمل ادویات کا استعمال کرنا منع ہے، اس کا ذکر اس نے عجالہ میں کیا۔ (عجالہ ایک کتاب کا نام ہے) "نفخ فی الروح" جمہور متکلمین نے کہا روح جسم لطیف ہے جو بدن کے ساتھ اس طرح ملا ہوا ہے جس طرح سبز لکڑی کے ساتھ پانی ملا ہوتا ہے اور ان میں سے ایک جماعت نے کہا کہ وہ عرض یعنی حیات ہے جس کے وجود سے بدن زندہ ہوتا ہے اور وہ اہلسنّت کے نزدیک باقی فنا نہیں ہوتی۔ "بـاربع كلمات" یعنی وہ فرشتہ چار کلمے لکھتا ہے۔ یہ معنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قول "بـكـتـب" جو بائے موحدہ کے ساتھ ہے، واضح ہوتا ہے۔ "رزقه" رزق اس چیز کا نام ہے جس کو آدمی اپنی منفعت کے واسطے لیتا ہے خواہ وہ کھانے پینے کی چیز ہو یا پہننے کی یا اس کے سوا کوئی اور چیز ہو قلیل ہو یا کثیر، حلال ہو یا حرام "وأجـلـه" اجل وہ زمانہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کی موت کے لئے مقرر کیا ہے یا اجل اس کی مدتِ حیات یا مدتِ بقا کا نام ہے "وعمله" یعنی اس کا نیک یا بد عمل "وشـقـی" یعنی وہ بد بخت ہوگا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا

”أو سعید“ یعنی وہ نیک بخت ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرے گا۔
اللہ تعالیٰ اس معنی سے کاتب ہے کہ وہ فرشتے کو کتابت کا حکم دیتا ہے اور یہ بھی آیا ہے
کہ اللہ تعالیٰ فارغ ہو گیا چار چیزوں کے لکھنے سے۔ خلق سے، رزق سے، اجل سے،
خلق سے (خلق) فاء کے فتحہ کے ساتھ، زکوٰۃ اور انوثۃ کی طرف اشارہ ہے اور اس کے
ضمیر کے ساتھ سعادت اور شقاوت کی طرف، حدیث سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے
کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو لکھنے کا حکم اس کے سوال کرنے سے قبل دیا ہے اور جو صحیح
حدیثیں ابنِ مسعود اور ابن عمر سے مروی ہیں، ان میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب نطفہ ماں کے رحم میں قرار پکڑتا ہے تو فرشتہ اس کو اپنے
ہاتھ میں لے کر عرض کرتا ہے اے رب! یہ مذکر ہے یا مؤنث، بد بخت ہے یا نیک
بخت، اس کی اجل کیا ہے اور یہ کہاں مرے گا؟ اس کو کہا جاتا ہے ”أم الکتاب“ یعنی
لوحِ محفوظ میں جا کر دیکھ اس نطفہ کا حال تو وہیں لکھا ہوا پائے گا وہ فرشتہ اس کا حال ام
الکتاب میں پاتا ہے، اس کے مطابق وہ پیدا ہونے کے بعد اپنا رزق کھاتا ہے اور
جہاں اس کی موت لکھی جا چکی ہے وہاں چلا جاتا ہے پھر اس کی اجل آتی ہے اور اس کی
روح قبض اور اس کو اس کی جگہ میں جو اس کے لئے مقدر ہو چکی تھی، دفن کیا جاتا ہے۔

انتباہ جہاں اس حدیث میں ڈارون کا رد ہے یونہی وہابیوں دیوبندیوں کے
اس عقیدہ کی بھی خوب تردید ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو
بھی علم نہیں اور نہ کسی ولی اللہ کو کہ ماں کے پیٹ میں بچہ ہے یا بچی وغیرہ وغیرہ۔ اس صحیح
حدیث میں ایک فرشتہ کا علم واضح ہے کہ وہ نہ صرف بچہ بچی ہونا جانتا ہے بلکہ اس کی
تمام سوانح عمری کا علم ہے کہ اس کا کھانا پینا، لباس اور بود و باش، کب مرے گا، کتنا

عرصہ زندگی بسر کرے گا اور دنیا میں زندگی میں کتنی نیکیاں کرے گا اور کتنی بُرائیاں پھر بد بخت ہو کر مرے گا یا نیک بخت ۔ یہ جملہ امور مکمل طور پر فرشتہ جانتا ہے اور یہ فرشتہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ادنیٰ غلاموں و خادموں میں سے ہے اور اس کی بزرگی اولیاء کاملین سے بھی بہت کم ہے اور یہی جملہ امور لوحِ محفوظ میں مندرج ہیں۔ تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ ''لوحِ محفوظ''

ڈارون کا نظریہ سراسر غلط ہے، اس نے جو کچھ سمجھا محض عقلی ڈھگوسلوں اور اٹکل پچو سے اور جن امور سے اس نے عقلی گھوڑے دوڑائے ان کے متعلق بھی ہم نے دلائل سے واضح کیا کہ جو ڈھانچے اور کھوپڑیاں اور ہڈیاں اور مجسمے ہزاروں سال پہلے آدمی کے سمجھے جارہے ہیں وہ اِن جنات کے ہوں گے جو زمین پر حضرت آدم علیہ السلام کی تشریف آوری سے پہلے بستے تھے ۔ ابلیس (جبکہ وہ موحد و مومن تھا) ملائکہ کی مدد سے ان جنات کو پہاڑوں اور غاروں وغیرہ میں مار بھگایا وہاں پر وہ مرے مٹے ۔ اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام زمین پر تشریف لائے اور اس کے متعلق ڈروان وغیرہ کو اختلاف نہیں۔

الحمدللہ فقیر نے اسلامی نظریہ اور اس کے دلائل مضبوط طریقے سے لکھے ۔ اللہ کرے اس سے اہلِ اسلام اور ڈارون سے متاثر حضرات کو فائدہ حاصل ہو اور فقیر کے لئے آخرت کا توشہ ہو۔

فقط والسلام

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری محمد فیض احمد اُویسی غفرلہ

تحریک اتحاد اہلسنّت کی چند دیگر مطبوعات







